ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
17 تا 23 جنوری 2008ء/7 تا 13 محرم الحرام 1429ھ
www.tanzeem.org

اس شمارے میں

آیئے، دُعا کریں!

حرمتِ جان اور جوازِ قتل کی صورتیں

اہلِ اقتدار کی خصوصیات

احیائے خلافت کے اولین داعی
حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما

احیائے اسلام اور خواتین

اسامہ کی تلاش

اسلام کی معاشرتی اقدار کو فروغ دیجئے

پاکستان کے خلاف سازش:
ہدایت کار کون؟

عالم اسلام

ناقابل معافی جرم

مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ زندگی کو جب تاریخ کے اوراق میں دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم عزت وعظمت، شان وشوکت، دبدبہ وحشمت کے تنہا مالک اور اجارہ دار ہیں لیکن جب ان اوراق سے نظر ہٹا کر موجودہ حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو ہم انتہائی ذِلّت وخواری، اِفلاس و ناداری میں مبتلا نظر آتے ہیں، نہ زور وقوت ہے، نہ زر و دولت ہے، نہ شان وشوکت ہے، نہ باہمی اُخوّت واُلفت، نہ عادات اچھی، نہ اَخلاق اچھے، نہ اعمال اچھے نہ کردار اچھے۔ ہر بُرائی ہم میں موجود اور ہر بھلائی سے کوسوں دُور۔ اغیار ہماری اس زبوں حالی پر خوش ہیں اور برملا ہماری کمزوری کو اُچھالا جاتا ہے اور ہمارا مضحکہ اُڑایا جاتا ہے، اسی پر بس نہیں بلکہ خود ہمارے جگر گوشے نئی تہذیب کے دلدادہ نوجوان، اسلام کے مقدس اُصولوں کا مذاق اُڑاتے ہیں، بات بات پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں اور اس شریعتِ مقدسہ کو ناقابلِ عمل، لغو اور بے کار گردانتے ہیں۔

عقل حیران ہے کہ جس قوم نے دنیا کو سیراب کیا وہ آج کیوں تشنہ ہے؟ جس قوم نے دُنیا کو تہذیب وتمدن کا سبق پڑھایا وہ آج کیوں غیر متمدن ہے؟ رہنمایانِ قوم نے آج سے بہت پہلے ہماری اس حالت زار کا اندازہ لگایا اور مختلف طریقوں پر ہماری اصلاح کے لئے جدوجہد کی مگر ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ آج جب کہ حالت بد سے بدتر ہو چکی اور آنے والا زمانہ مَاسَبَقَ سے بھی زیادہ پُرخطر اور تاریک نظر آ رہا ہے، ہمارا خاموش بیٹھنا اور عملی جدوجہد نہ کرنا ایک ناقابلِ تلافی جرم ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا
واحد علاج

مولانا محمد احتشام الحسن کاندھلوی

سورۃ الانعام
(آیات 84تا90)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى
الْعَالَمِينَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٨٧﴾ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ
وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٨﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا
لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ﴿٩٠﴾ ﴾

’’اور ہم نے اُن کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ بخشے۔ (اور) سب کو ہدایت دی۔ اور پہلے نوحؑ کو بھی ہدایت دی تھی۔ اور اُن کی اولاد میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھی۔ اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ اور زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو بھی۔ یہ سب نیکوکار تھے۔ اور اسمٰعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کو بھی اور اُن سب کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔ اور بعض بعض کو اُن کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بھی اور اُن کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا رستہ بھی دکھایا تھا۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، اس پر اپنے بندوں میں سے جسے چاہے چلائے۔ اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم (شریعت) اور نبوت عطا فرمائی تھی۔ اگر یہ (کفار) ان باتوں سے انکار کریں تو ہم نے اُن پر (ایمان لانے کے لئے) ایسے لوگ مقرر کر دیئے ہیں کہ وہ اُن سے کبھی انکار کرنے والے نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو تم اُنہی کی ہدایت کی پیروی کرو۔ کہہ دو کہ میں تم سے اس (قرآن) کا صلہ نہیں مانگتا۔ یہ تو جہان کے لوگوں کے لئے محض نصیحت ہے۔‘‘

یہاں انبیاء کے مبارک ناموں کا گلدستہ آیا ہے۔ ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ جیسا بیٹا اور یعقوب جیسا پوتا عطا کیا۔ ہم نے ان سب کو ہم نے ہدایت دی۔ اور اُن سے پہلے نوحؑ کو ہم نے ہدایت دی تھی اور ابراہیمؑ کی اولاد میں سے کیسے کیسے عظیم نبی ہم نے مبعوث کئے، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون علیہم السلام۔ اور ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلے دیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو ایمان کی بلندترین منزل پر فائز تھے۔ مزید برآں زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس علیہم السلام جیسے نبی بھیجے اور یہ سب کے سب نیک بختوں میں سے تھے اور اسمٰعیل، الیسع، یونس اور لوط علیہم السلام۔ ہم نے ان سب کو تمام جہاں والوں پر فضیلت دی۔ ان کے آباء واجداد، اُن کی نسلوں اور اُن کے بھائیوں میں بہت سے لوگوں کو بھی نوازا، اور ہم نے اُن کو چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔ یہ اللہ کی وہ ہدایت ہے جس کی طرف اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے وہ راہنمائی کرتا ہے۔ اور (شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ) اگر بالفرض اللہ کے یہ برگزیدہ بندے بھی شرک کرتے تو اُن کے بھی سارے اعمال حبط ہو جاتے۔ انبیاء اعلیٰ مقامات اور اونچے مراتب کی ہستیاں ہوتی ہیں۔ وہ اللہ کی محبوب شخصیتیں ہوتی ہیں۔ اُن سے شرک کے ارتکاب کا ہرگز کوئی امکان نہیں۔ اس کے باوجود یہ سخت الفاظ اس لئے استعمال کئے گئے تاکہ لوگوں پر شرک کی شناعت واضح ہو۔ سورۃ النساء میں یہ الفاظ گزر چکے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ’’بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کی چاہے گا مغفرت فرما دے گا۔‘‘

یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب دی، حکمت وشریعت سے نوازا اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔ پس اگر یہ لوگ ان آیات کی ناشکری کر رہے ہیں یعنی اس نعمت سے فائدہ نہیں اٹھا رہے، ان کی روشنی سے اپنے دلوں کو منور نہیں کر رہے تو ہم نے ایک اور قوم کو اس کام کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ وہ لوگ (یعنی انصار مدینہ) اس کی ناقدری نہیں کریں گے۔ مکہ میں آپ ﷺ کی دعوت وتبلیغ کے پہلے دس برس میں بمشکل سوا سو آدمی ساتھ اسلام لائے، تو مکے میں حالات حوصلہ شکن تھے اور وہاں اللہ کی آیات کی قدر نہیں کی جا رہی تھی۔ موجودہ دور میں جو لوگ اعلاء کلمۃ اللہ کا کام کرتے ہیں، مگر اپنی جدوجہد کے حوصلہ افزا نتائج نہ پا کر مایوس ہو جاتے ہیں، اُن کے لئے اس آیت میں بڑا سبق ہے۔ انہیں ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ اے اللہ کے نبی! اگر یہ آپ ﷺ کی باتیں غور سے نہیں سنتے، ناقدری کرتے ہیں تو آپ ﷺ آزردہ خاطر نہ ہوں، ہم نے ایک اور قوم کو تیار کر دیا ہے جو اس کی ناقدری نہیں کریں گے بلکہ دل وجان سے اس کو قبول کریں گے اور اس کو پھیلائیں گے۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی (یہ سترہ پیغمبر ہیں جن کے نام اوپر بیان ہوئے)۔ پس آپ بھی اُن کی ہدایت کی پیروی کیجئے۔ اس آیت سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ سابقہ انبیاء کے جن معاملات کی نفی نہیں کی گئی وہ ہمارے لئے بھی قابل اتباع ہے۔ اسی اصول پر رجم اور قتل مرتد کی سزائیں رسول اللہ ﷺ نے برقرار رکھیں حالانکہ قرآن مجید میں ان کا ذکر نہیں بلکہ یہ سابق امت کی سزائیں ہیں۔ اے نبی کہہ دیجئے میں تم سے اس پر کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ یہ تو بس تمام جہان والوں کے لئے یاددہانی اور نصیحت ہے، جو چاہے اس سے کسب فیض کرے۔

فرمان نبوی ﷺ

دو نعمتوں کی آزمائش

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ، الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ)) (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’(اللہ کی عطا کردہ) دو نعمتوں ’تندرستی اور فرصت‘ کے متعلق اکثر لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں۔‘‘

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ان کی قدر نہیں کرتے، اس لیے خسارہ اٹھاتے اور فریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر دینے کا طریقہ یہ ہے کہ لوگ اپنی ’صحت‘ کو گناہوں میں برباد نہ کریں۔ بلکہ اللہ کی بخشی ہوئی اس نعمت کو اس کی فرمانبرداری کے لئے وقف کر دیں۔ ’’فرصت‘‘ کے اوقات آوارہ گردی اور اللہ کی بغاوت میں ضائع نہ ہوں بلکہ زندگی وفاداری میں بسر ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیئے، دعا کریں!

خیبر سے کراچی تک وطنِ عزیز دھماکوں سے لرز رہا ہے۔ اِن دھماکوں سے انسانی جسموں کے اعضا فضا میں بکھر جاتے ہیں، پھر کٹی ہوئی پتنگ کی طرح زمین پر آ گرتے ہیں۔ اُنہیں چادروں میں یوں اکٹھا کیا جاتا ہے جیسے کوڑا کرکٹ کا ڈھیر ہو۔ ہر روز پاکستان کے کسی نہ کسی شہر کی سڑک خون آلود ہو جاتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی روز میں کئی شہروں میں یہ خونی کھیل کھیلا جاتا ہے۔ عوام خوف و ہراس اور عدم تحفظ کا شکار ہو چکے ہیں۔ اُن کے لیے فوجی حکمران کا رویہ ناقابلِ فہم ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے، مدت ہوئی صدرِ مملکت نے ایک بیان ایوانِ صدر کے ترجمان کے حوالے کر دیا ہوا ہے۔ ہر نئے حادثہ پر، ہر نئے دھماکہ پر اُن کا یہ بیان ترجمان کی طرف سے جاری کر دیا جاتا ہے تاکہ بڑے صاحب کو ہر بار یہ زحمت نہ اُٹھانی پڑے۔ "ہم دہشت گردوں کو پوری قوت سے کچل دیں گے۔ تحقیقات کا حکم دے دیا گیا ہے۔ مجرموں کو گرفتار کر کے کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے گا"۔ علاوہ ازیں سرکاری ہینڈ آوٹ میں کہا جاتا ہے کہ ملک بھر میں سیکیورٹی کو ہائی الرٹ کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا سیکیورٹی اگلے دھماکہ تک ہائی الرٹ رہتی ہے۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ مسندِ قتدار کے پائے مضبوطی سے گاڑھنے کے لئے کتنا خون درکار ہے۔ کتنے تڑپتے لاشے کرسی کو مضبوط کر سکیں گے۔ دہشت گردی کے خلاف یہ نام نہاد جنگ محض امریکی مفادات کی تکمیل کے لئے لڑی جا رہی ہے تاکہ صِلہ میں طوالتِ اقتدار کے لئے امریکی سہارا دستیاب رہے۔ اقتدار کی اِس اندھی ہوس اور بے لگام خواہش نے ہزاروں سہاگنوں کا سہاگ ہڑپ کر لیا۔ ہزاروں بچے یتیم ہو گئے۔ ہزاروں بوڑھوں کے جواں سہارے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے لیکن Do more کا امریکی نعرہ زوردار اور تحکمانہ لہجے میں اب بھی گونج رہا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے امریکی قوت سے خوفزدہ ہو کر یا اُس کی چاکری کو آخری حد تک پہنچانے کے لئے "سب سے پہلے پاکستان" کا فریب کُن نعرہ دیا گیا۔ اگرچہ ہم نے اِس نعرہ کو اُس وقت بھی مسترد کر دیا تھا کہ ہمارے آقا اور حقیقی رہبر و رہنما کا فرمان مبارک ہے کہ اُمتِ مسلمہ جسدِ واحد ہے، اِس کے ایک حصہ کو تکلیف ہو تو دوسرے حصے کو قرار نہیں آ سکتا۔ لیکن ہمارے ہاں کا دانشور طبقہ اور عقلِ محض کے غلام اِس پُر فریب نعرے سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ 3 نومبر کے اقدام نے ثابت کر دیا کہ "سب سے پہلے پاکستان" کا نعرہ ایک دھوکہ تھا۔ حقیقت میں سب سے پہلے "میں" بلکہ اوّل و آخر میں "میں اور میں" ہے۔ اِسی لیے عدلیہ کا قتلِ عام کیا۔ اِسی لئے میڈیا کا گلا گھونٹ دیا گیا۔

اب چند روز سے امریکہ کے خلاف بیانات کا سلسلہ شروع ہوا ہے، شاید اِس لیے کہ امریکہ کی طرف سے یہ اظہار کیا گیا ہے کہ اِس "میں" کا مزید بوجھ ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ عین ممکن ہے ایسے بیانات سفارتی سودا بازی کے لئے دیئے جا رہے ہوں۔ بہرحال ہم کسی کی نیت پر شک نہیں کرتے اور It is never too late to mend کے بھی ہم شدت سے قائل ہیں۔ لیکن یہ دیر اندھیر میں نہ بدل جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے اپنا قبلہ درست کیا جائے۔ آخر فرعون بھی اللہ ہی کی مخلوق میں سے تھا اور غرق ہونے سے پہلے اُس نے بھی ایمان لانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، لیکن غضبِ الٰہی مزید بھڑک اُٹھا۔ نفاذِ اسلام کی تاکید اور امریکہ کی چاکری سے باز رہنے کے لیے ہم بہت کچھ کہہ چکے، بہت کچھ لکھ چکے۔ اب قلم اور زبان دونوں سو کھ رہے ہیں۔ اے کاش! تبدیلی کی یہ سرسراہٹ جو ہمارے کان سن رہے ہیں، زبان کی پھسلاہٹ یا سفارتی چال نہ ہو۔ آیئے، اللہ رب العزت سے دعا کریں کہ اُس کی انگلیوں کے درمیان تمام مخلوق کے دل ہیں کہ وہ جب چاہے اور جس کا چاہے دل پھیر دے۔ یا اللہ! تو ہی ہمارا خالق ہے، تو ہی مالک ہے، تو ہی اول، تو ہی آخر، تو ہی ظاہر، تو ہی باطن ہے، تو ہمارا پالنہار ہے۔ یا رب! تو رحیم ہے ہم خطا کار ہیں۔ تو بخش دینے والا، ہم گناہ گار ہیں تو غنی ہم محتاج ہیں۔ ہم اعترافِ جرم کرتے ہیں اور مجرم کے پاس دلیل نہیں اپیل ہوتی ہے۔ ہم تجھ سے رحم کی اپیل کرتے ہیں۔ اے غالب، اے کار آفریں، اے کار کشا، اے کارساز! ہم پر رحم فرما۔ ہمارے دل پھیر دے، ہم انسانوں کی قوت سے خوفزدہ ہونے کی بجائے تجھ سے ڈریں اور انسانوں کا بنایا ہوا نظام رد کر کے تیرے نظام کو اپنا لیں۔ آمین، یا رب العالمین۔

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 17 — شمارہ 3
17 تا 23 جنوری 2008ء
7 تا 13 محرم الحرام 1429ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔54000
فون: 6316638 - 6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا-------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

فرشتوں کا گیت

(بالِ جبریل، حصہ دوم)

عقل ہے بے زمام ابھی، عشق ہے بے مقام ابھی — نقش گرِ ازل ترا نقش ہے ناتمام ابھی
خلقِ خدا کی گھات میں رند و فقیہ و میر و پیر — تیرے جہاں میں ہے وہی گردشِ صبح و شام ابھی!
تیرے امیر مال مست، تیرے فقیر حال مست — بندہ ہے کوچہ گرد ابھی، خواجہ بلند بام ابھی!
دانش و دین و علم و فن بندگیٔ ہوس تمام — عشق گرہ کشائے کا فیض نہیں ہے عام ابھی!
جوہرِ زندگی ہے عشق، جوہرِ عشق ہے خودی — آہ کہ ہے یہ تیغِ تیز پردگیٔ نیام ابھی!

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

یہ تین نظمیں یعنی ''لینن خدا کے حضور میں''، ''فرشتوں کا گیت'' اور ''فرمانِ خدا (فرشتوں سے)'' ایک ہی دور کی نظمیں ہیں اور موضوع کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔ مشرق و مغرب کی تہذیب، ثقافت، معاشیات اور دیگر عوامل اور اُن کے تضادات کو اقبال نے جب قریب سے دیکھا تو اُس کے ردِعمل کے طور پر انہوں نے اپنے سچے جذبات کا برملا اظہار کیا۔ لینن کی عرضداشت سن کر فرشتوں کے دل میں بھی مزدوروں کے لیے ہمدردی کے جذبات پیدا ہو گئے اور انہوں نے متفق اللسان ہو کر اللہ کے حضور میں عرض کی:

1۔ یا اللہ! تُو نے انسان کو عقل و دانش اور عشق و محبت کے جذبوں سے اس لیے نوازا تھا کہ وہ تیرے مشن کی تکمیل کر سکے، لیکن صورت یہ ہے کہ نہ وہ عقل و دانش سے کوئی مثبت کام لے سکا، نہ ہی معاشرے میں عشق و محبت کے جذبے کو عام کر سکا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تُو نے جو نقش روزِ ازل وضع کیا تھا، وہ عملی سطح پر ابھی تک ادھورا ہے۔ بالفاظ دیگر ابھی دنیا کے معاملات میں بہت کچھ اصلاحات کی ضرورت ہے۔

2۔ اے مالکِ دو جہاں! آج بھی یہ صورتِ حال ہے کہ رند ہو یا فقیہ، امیر ہو یا کوئی سجادہ نشیں، یہ سب عوام کو اپنے اپنے مفاد کے لیے آلۂ کار بنانے میں مصروف ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تیری دنیا میں جو حالات پہلے تھے، اُن میں کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ وہ حالات جوں کے توں ہیں، بلکہ شاید زیادہ خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

3۔ تیرے امراء و رؤساء کا حال تو یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دولت کمانے میں مصروف ہیں اور ہر جائز ناجائز طریقے سے اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں، جبکہ تیرے درویش اپنے حال پریشان ہی میں مست نظر آتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں عام آدمی تو گلی کوچوں میں دھکے کھاتا پھرتا ہے اور آقاؤں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ بلند و بالا محلات اور بنگلوں میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

4۔ عقل و دانش اور علم و فن کے نام لیوا ان خصوصیات کو ذاتی برتری کے لیے استعمال کر رہے ہیں، حالانکہ ان تمام صفات کا بنیادی مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا کہ عام لوگوں کی بہتری کے لیے استعمال ہوں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہو سکتی ہے کہ تیرے عشقِ حقیقی کا فیض عام نہیں ہو سکا۔

5۔ اس ضمن میں ایک نکتہ تو یہ ہے کہ حیاتِ انسانی کا جوہر عشق ہے، جب کہ عشق کا جوہر جذبۂ خودی ہے، چونکہ معاشرے میں خودی بروئے کار نہیں آ سکی، یہی وجہ ہے کہ زندگی کے جوہر آشکار ہوئے، نہ ہی عشق کے۔ اس طرح اب تک تو سارا عمل ہی ادھورا رہ گیا ہے۔ اقبال کہتے ہیں: اے خدا، اگرچہ تیرے قانونِ تخلیق کی رُو سے انسانی زندگی کا جوہر عشق ہے اور عشق کا جوہر، خودی ہے یعنی تو نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ عشق کے ذریعے سے اپنی خودی کو مرحلۂ کمال تک پہنچائے، تاکہ اس دنیا میں تیرا نائب بن سکے، لیکن افسوس ہے کہ خودی کی تلوار ابھی تک نیام ہی میں ہے، یعنی بنی آدم ہنوز عشق کی بجائے اپنی عقل کی پیروی کر رہے ہیں، اور خودی کی تربیت سے غافل ہیں۔

اسلام کے نظامِ تعلیم و تربیت میں اجتماعِ جمعہ کی اہمیت
اور خطبۂ جمعہ کی اصل غرض و غایت سے آگاہی کے لیے مطالعہ کیجیے:

خطبۂ جمعہ
عربی متن کا ترجمہ و تشریح

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے چند خطاباتِ جمعہ کی تلخیص

❁ عمدہ طباعت ❁ سفید کاغذ ❁ قیمت: 30 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 03-5869501

اخوت کا تقاضا؟

خونِ مسلم کی حرمت اور جوازِ قتل کی تین صورتیں

دو احادیثِ رسولؐ کی تشریح

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے 10 جنوری 2008 کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[خطبہ مسنونہ، آیات قرآنی کی تلاوت اور زیر درس احادیث کے بیان کے بعد]

حضرات! میں نے آپ کے سامنے دو احادیث رسول ﷺ پیش کی ہیں، آج ان شاء اللہ انہی پر گفتگو ہوگی۔ اِن احادیث میں سے ایک کا تعلق ایمان کے اصل جوہر اور لب لباب سے ہے اور دوسری کا تعلق اسلام میں حرمت جان اور اسلامی قانون میں جان لینے کی جائز صورتوں سے ہے۔

پہلی حدیث ہے:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ)) (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی نہ چاہے، جو اپنے لئے چاہتا ہے۔''

اپنی ذات اور اپنے بھائی کے لئے یکساں معیار اپنانا ایمان کا تقاضا ہے۔ بھائی ایک تو وہ ہوتا ہے جس سے آدمی کا نسبی رشتہ ہوتا ہے۔ اِسی دائرے کو آگے بڑھاتے جائیں تو اس میں ''کزنز'' بھی آجاتے ہیں۔ اخوت و بھائی چارے کا ایک رشتہ دینی ہے۔ تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ سورۃ الحجرات میں فرمایا گیا ہے کہ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ﴾ دینی برادری کا یہ رشتہ بہت گاڑھا، مضبوط اور بنیادی نوعیت کا حامل ہے۔ اگر ہم رشتہ اخوت کے دائرے کو مزید وسیع کریں تو وحدت الٰہ اور وحدت آدم کے تعلق سے تمام انسانیت کے ساتھ بھی ہمارا ایک رشتہ قائم ہو جائے گا، خواہ کوئی مسلمان ہو، ہندو ہو، پارسی ہو یا سکھ اور عیسائی۔ کیونکہ تمام لوگوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور سب کی تخلیق آدمؑ اور حوا سے ہوئی ہے۔ فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا﴾ (الحجرات:13)

''لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔''

نبی اکرم ﷺ نے واضح فرما دیا کہ کوئی شخص اُس وقت تک مومن ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے، جو اپنے لئے پسند کرتا ہے...... مگر واضح ہونا چاہیے کہ اس قسم کی احادیث سے یہ نتیجہ نکال لینا درست نہیں کہ ایسا آدمی مومن نہیں، تو کافر ہے۔ نہیں، بلکہ

> نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا: ''اے علی! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سُرخ اونٹوں سے بھی بڑھ کر (دولت) ہے''

ایمان کے مختلف درجات اور مراتب ہیں اور یہاں بلند درجات کی نفی کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہوگا ایمان جن حقائق کا نام ہے وہ اُس شخص کے دل میں جاگزیں نہیں ہوئے۔ اگر ایمان فی الواقع دل میں اُتر جاتا تو ضرور اُس کی شخصیت میں اُس کے ثمرات اور نتائج ظاہر ہوتے۔

یہاں جو بات بیان کی جا رہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کا اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے کرتا ہے، اُس کی شرافت و مروت کا تقاضا ہے۔ اگر آپ کو کوئی خیر ملا ہے تو آپ کا ایمان اِس بات کا متقاضی ہے کہ وہ خیر و بھلائی آپ دوسروں کے لئے بھی چاہیں۔ آپ کے اندر یہ جذبہ ہو کہ دوسرے لوگ بھی اُس سے بہرہ مند ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت سے نوازا ہے تو آپ یہ چاہیں کہ آپ کے بھائی بھی صحت و تندرستی سے مالا مال ہوں۔ اگر کوئی کسی مرض میں مبتلا ہے، تو اُسے شفا ملے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دولت عطا کی ہے، تو آپ کو دوسروں کے حوالے سے بھی یہ بات پسند ہو کہ انہیں دولت ملے۔ اِسی طرح اگر اللہ نے آپ کو ہدایت بخشی ہے، جو کہ سب سے بڑی دولت ہے، صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائی ہے، تو آپ کی یہ شدید آرزو ہو کہ دوسرے لوگ بھی راہ ہدایت پر چلیں۔ آپ اُس کے لئے پوری پوری کوشش کریں، محنت کریں۔ یہی محنت آپ کی زندگی کا مشن ہو۔ آپ کے اوقات کا اصل مصرف ہی یہ ہو کہ اللہ کے بندوں کو اللہ سے قریب کرنے کے لیے کوشاں ہوں۔

ہم صوفیاء کرام کے واقعات اور حالات زندگی میں یہ بات اکثر پڑھتے ہیں کہ انہیں زندگی میں ایک اور صرف ایک چیز سے غرض تھی اور وہ یہ کہ کسی طریقے سے لوگوں تک اللہ کا کلمہ پہنچ جائے، وہ راہ راست پر آجائیں، وہ گمراہی کے راستے سے ہٹ جائیں۔ اِسی مقصد کے لئے انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ یہی اُن کی ترجیح تھی۔ کاروبار اور معاش کے لئے انہوں نے اپنی توانائیاں نہیں لگائیں۔ اِس کام کی فضیلت کا اندازہ کیجئے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا:

''اے علی! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سُرخ اونٹوں سے بھی بڑھ کر (دولت) ہے۔''

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اظہار مافی الضمیر کی صلاحیت دی ہے، تقریر و تحریر کا ملکہ عطا کیا ہے، تو اِس کا بہترین مصرف یہ ہے کہ اسے دعوت دین کے لئے استعمال کریں۔ دوسروں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کریں ﴿قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم:6) (بچاؤ اپنے

آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے) ۔اگر آپ کے اندر فی الواقع ایمان موجود ہے، آپ کو آخرت میں جوابدہی کا پختہ یقین ہے، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ دنیا پرستی میں غرق ہوں۔ پھر تو آپ کا ہدف آخرت کی فوز وفلاح ہوگی۔ آپ اپنی ترجیحات کا، ہر ہر چیز کا تعین آخرت کے حوالے سے کریں گے۔ آپ کے اوقات آخرت بنانے کے لیے لگیں گے، آپ انہیں بے فائدہ کاموں میں ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ پھر آپ کی سوچ یہ نہ ہوگی کہ حلال وحرام ذرائع سے اولاد کے لئے مال اکٹھا کیا جائے، بلکہ فکر یہ ہوگی کہ انہیں عذاب جہنم سے کیونکر بچایا جائے۔ آپ کی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں اِس مقصد کے لئے وقف ہوں گی کہ کسی نہ کسی طریقے سے آپ کے اہل وعیال، اور زیادہ سے زیادہ دیگر لوگ آخرت کے خسارے سے بچ جائیں۔ اگر آپ خود جنت کے آرزومند ہیں، اور جہنم سے پناہ چاہتے ہیں تو دوسروں کے لئے بھی آپ کی یہی کوشش ہونی چاہیے۔ اِس کو ایک سادہ مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ فرض کیجیے، آپ ایک سڑک کے کنارے بیٹھے ہیں، اور آپ جانتے ہیں کہ تھوڑا سا آگے سڑک کھدی ہوئی ہے، اُس میں گڑھا ہے۔ اِس دوران آپ دیکھتے ہیں کہ ایک نابینا آدمی سڑک پر چلا آرہا ہے۔ اُسے معلوم نہیں کہ آگے گڑھا ہے اور وہ آگے بڑھ رہا ہے۔ اب ایسے میں آپ کیا کریں گے؟ کیا آپ اُسے آگے بڑھنے دیں گے، کہ گڑھے میں گر جائے؟ ظاہر ہے کہ یہ شرافت اور مروت کے منافی ہے۔ ایک شریف الطبع انسان کے طور پر آپ کا طرزِ عمل یہ ہوگا کہ چلا کر کہیں گے، خدا کے بندے آگے مت بڑھو، آگے گڑھا ہے۔ اور بالفرض وہ شخص بہرہ بھی ہے اور اُس نے آپ کی آواز نہیں سنی اور گڑھے کے قریب پہنچ گیا ہے تو آپ اضطراب اور بے چینی کے عالم میں اُس کی طرف دوڑیں گے، اور اُس کے کپڑے پکڑ کر اُسے آگے بڑھنے سے روکیں گے، تاکہ گڑھے میں گرنے نہ پائے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ذات بابرکات کی یہی مثال دی ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ آگ کا ایک الاؤ ہے، جو تمہیں نظر نہیں آرہا، اور تم اُس میں گر پڑنے کو ہو، اور میں تمہارے کپڑے پکڑ پکڑ کر تمہیں اُس میں گرنے سے بچا رہا ہوں۔ (صحیح بخاری)

نبی اکرم ﷺ تمام نوع انسانی کے لیے مبعوث کیے گئے۔ آپ ؐ رحمت للعالمین ہیں۔ آپ ؐ کی رحمت تمام لوگوں اور اقوام کے لئے ہے۔ اگر ہم صحیح معنوں میں نبی ﷺ کے امتی ہیں تو آپ ؐ ہی کی ذات کا عکس کسی نہ کسی درجے میں ہمارے اندر بھی ہونا چاہیے۔

☆..........☆..........☆

اب آئیے، دوسری حدیث کی طرف!

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، یَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ: اَلثَّیِّبُ الزَّانِیْ، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِکُ لِدِیْنِهٖ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ)) (رواہ البخاری ومسلم)

سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا: ”(مندرجہ ذیل) تین صورتوں کے علاوہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں: (1) شادی شدہ زانی (2) جان کے بدلے جان (یعنی قاتل) (3) دین کا تارک، جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا۔“

اسلام میں سزا کا تصور جرائم کی بیخ کنی اور استیصال کے لئے ہے۔ اُس کی منشا یہ ہے کہ جرم کی ایسی سزا دی جائے کہ عام لوگوں کے دلوں میں بھی دہشت بیٹھ جائے۔ اور اس طرح وہ جرائم سے باز رہیں

یہاں ”Base Line“ مقرر کردی گئی ہے کہ جو شخص بھی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، وہ مسلمان ہے۔ یہ گویا مسلمان ہونے کی کم سے کم شرط ہے۔ جو کوئی اِسے پورا کرتا ہے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہے...... خواہ کوئی عملی حوالے سے نماز جیسے بنیادی فریضے کا بھی تارک ہو تو بھی مسلمان رہے گا، ہاں جب اِس کا انکار کردے تو کافر ہو جائے گا......

بہر حال جو شخص مسلمان ہے، اُس کی جان لینا، اُس کا قتل جائز نہیں ہے، سوائے تین صورتوں میں جو درج ذیل ہیں:

1۔ (الثیب الزانی) ”شادی شدہ زانی“: قتل کی پہلی جائز صورت شادی شدہ زانی کا قتل ہے۔ اگر کوئی شخص شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرتا ہے تو شریعت نے اُس کے لئے رجم کی سزا مقرر کی ہے، یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کردینا۔ یہ قتل ہی کی ایک صورت ہے۔ یہ سزا ہمیشہ سے ہے۔ یہ تورات میں ہے، قرآن حکیم میں نہیں ہے، تاہم اسلام نے اِسے برقرار رکھا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ اِس جرم میں ملوث شخص کو رجم کیا اور آپ ؐ نے فرمایا: اے اللہ میں نے تیری سنت کو زندہ کردیا۔ رجم یعنی سنگسار کرنے کی یہ سزا شادی شدہ زانی کے لئے ہے۔ غیر شادی شدہ شخص اگر اِس گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اُس کی سزا سو کوڑے ہیں، جیسا کہ سورۃ النور میں فرمایا گیا ہے:

((اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ)) (النور:2)

”بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو دُرے مارو۔ اور اگر اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو شرعِ خدا (کے حکم) میں تمہیں ان پر ہرگز ترس نہ آئے۔ اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔“

اور جس طرح اِن کوڑوں کے ضمن میں یہ حکم ہے کہ یہ سرعام لگائیں جائیں، تاکہ دوسرے لوگ بھی اِس سے عبرت پکڑیں، اِسی طرح کا معاملہ سنگسار کا بھی ہے۔ وہ بھی سرعام ہونا چاہیے۔

اسلام میں سزا کا تصور جرائم کی بیخ کنی اور استیصال کے لئے ہے۔ اُس کی منشا یہ ہے کہ جرم کی ایسی سزا دی جائے کہ عام لوگوں کے دلوں میں بھی دہشت بیٹھ جائے۔ جو لوگ مجرمانہ ذہنیت رکھتے ہیں، وہ یہ جان لیں کہ اگر انہوں نے جرم کیا تو انہیں سخت سزا بھگتنا پڑے گی، اور اِس طرح وہ جرائم سے باز رہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہی وہ طریقہ جس کے ذریعے معاشرے سے جرائم کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ اِس کے علاوہ سزا کے تعلق سے جس فلسفہ پر بھی عمل کیا جائے گا، ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا، جرائم کبھی بھی ختم نہ ہوسکیں گے۔ موجودہ دور میں اِس کی سب سے واضح اور نمایاں ترین مثال امریکی سماج میں بڑھتے ہوئے جرائم ہیں۔ امریکہ جو آج کی دنیا میں مہذب ترین ملک کہلاتا ہے، وہاں کس قدر جرائم ہوتے ہیں اِس کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اِس کی وجہ وہاں سزا کے حوالے سے غیر معقول تصور ہے۔ وہاں تصور یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جرم کرتا ہے تو یہ اِس بات کی علامت ہے کہ وہ نفسیاتی مریض ہے، لہٰذا اُس کی اصلاح اور علاج ہونا چاہیے، نہ کہ سزا۔ اِسی تصور کی بنیاد پر امریکہ میں جیلوں کو Correction centre کہا جاتا ہے، کہ اُن میں مجرموں کی اصلاح ہوتی ہے۔ اِس مقصد کے لئے وہاں انہیں معینہ مدت تک رکھا جاتا ہے......

لیکن عملی نتیجہ صاف ظاہر ہے، سخت سزا نہ ہونے کے سبب

تعلیم و اصلاح کے باوجود جرائم میں کمی نہیں آرہی، بلکہ یہ شرح روز افزوں ہے۔ اِن جرائم میں زیادہ تر وہ لوگ ملوث ہوتے ہیں جو ایفرو امریکنز ہیں۔ اور یہ درحقیقت امریکیوں سے اپنے آباء اجداد پر ہونے والے مظالم کا بدلہ لے رہے ہیں۔ اُن کے آباؤ کو امریکی افریقہ سے غلام بنا کر لائے تھے۔ انہیں آہنی زنجیروں میں جکڑ کر اور بحری جہازوں میں بھر بھر کر امریکہ لایا گیا تھا، اور امریکیوں نے اُن پر بے پناہ مظالم کئے تھے (”مہذب“ امریکیوں کے ان مظالم اور بربریت کی تفصیل ڈاکٹر حقی حق کی تازہ تصنیف ”ہوئے تم دوست جس کے“ میں دیکھی جاسکتی ہے، جو ”شفیق پبلیکیشنز چوک گڑھی شاہو، لاہور“ کے پتہ پر دستیاب ہے۔ از مرتب) امریکہ کے برعکس مثال سعودی عرب کی ہے، جس کے بارے میں ساری دنیا جانتی ہے کہ وہاں جرائم نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اور اِس کی وجہ وہاں شریعت کی حکیمانہ اور عادلانہ سزاؤں کا نفاذ ہے۔ جرائم کا خاتمہ تبھی ممکن ہے جب ایک مجرم کو ایسی سخت سزا دی جائے، کہ جسے دیکھ کر باقی کے ہوش ٹھکانے آجائیں۔

2۔ (النفس بالنفس) یعنی ”جان کے بدلے جان“ جان سے محروم کرنے کی دوسری جائز صورت قاتل کا قتل ہے۔ اگر کوئی آدمی دوسرے کو قتل کرتا ہے، حق زندگی سے محروم کرتا ہے تو اُس کا جرم اتنا سنگین ہے کہ شریعت اُس کے لئے قتل کی سزا مقرر کرتی ہے۔ اور یہ سزا ابھی سرعام ہوتی ہے، جیسا کہ سعودی عرب میں ہوتا ہے۔ جو لوگ وہاں گئے، وہ جانتے ہیں ریاض کی جامع مسجد کے باہر قاتل کو لے آتے ہیں اور نماز جمعہ کے بعد لوگوں کے ہجوم میں جلاد اُس کی گردن اُڑا دیتا ہے، اسی سے وہاں جرائم ختم ہوئے۔ اگر تعلیم اور اصلاح سے جرائم کا خاتمہ ہوسکتا تو امریکہ میں جرائم کبھی نہ ہوتے۔ قاتل کی سزا کو مقتول کے ورثاء معاف کرسکتے ہیں، انہیں یہ اختیار حاصل ہے۔ یہ اختیار ورثاء کے علاوہ اور کسی کو بھی نہیں، خواہ صدر مملکت ہی کیوں نہ ہو۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ سزا (یعنی قتل) قتل عمد کی ہے۔ قتل خطا کی سزا دیت ہے۔ فرض کریں ایک شخص گاڑی چلا رہا تھا، کوئی آدمی اُس کے نیچے آ کر مارا گیا، اُس کا ارادہ مارنے کا نہیں تھا، اُسے دیت دینی پڑے گی...... اور دیت دینے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آئندہ وہ محتاط ڈرائیونگ کرے گا۔

3۔ (والتارک لدینہ و المفارق للجماعۃ) یعنی ”تارک دین اور جماعت کو چھوڑنے والا“: وہ مسلمان جو اپنے دین کو ترک کردے اور مسلمانوں کی جماعت سے نکل جائے، یعنی مرتد ہوجائے، اُس کی سزا بھی قتل ہے۔ مغربی تہذیب وافکار سے متاثر بعض دانشوروں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ وہ کہتے ہیں کہ مرتد واجب القتل اُس وقت ہوتا ہے جب وہ مرتد ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست کے خلاف کوئی سازش بھی کرے، ورنہ نہیں۔ لیکن یہ اُن کی اپنی طرف سے اضافہ ہے۔ یہ رائے انہوں نے مغربی فکر کے اثرات کے زیر اثر قائم کی ہے۔

قتل مرتد کی سزا کی اصل بھی تورات ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر بلایا اور تورات عطا کی، تو آپ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل میں سامری نے ایک بچھڑا بنایا اور لوگوں سے کہا کہ یہ تمہارا خدا ہے۔ اِس کی پوجا کرو۔ چنانچہ بنی اسرائیل میں سے بہت سے لوگ بچھڑے کی پرستش کرنے لگے۔ یہ فعل شرک جلی بھی تھا، اِس طرح گویا لوگ مرتد ہوگئے۔ حضرت موسیٰ جب کوہ طور سے واپس آئے تو ان مرتدین کی بابت یہ فیصلہ کیا گیا کہ انہیں انہی کے قبیلے کے وہ لوگ ذبح کریں، جنہوں نے شرک نہیں کیا۔ چنانچہ تورات کے بیان کے مطابق جو ستر ہزار افراد شرک میں مبتلا ہوئے تھے، انہیں قتل کردیا گیا۔

افکار معاصر

ہم اپنے فیصلے خود نہیں کرتے

اخذ و ترجمہ: سردار عوان

بیرونی سفارت کاروں کی مختلف الخیال اشخاص کے ساتھ حالیہ ملاقاتوں کی اخباری اطلاعات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بعید از قیاس نہ ہوگا کہ ہم اپنے فیصلے خود نہیں کرتے۔ گو یہ بات ہمارے لئے حیرت کا باعث نہیں ہونی چاہیے کیونکہ یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے۔

امریکی اور برطانوی دستاویزات (Roedad Khan; OUP, 1999 & 2000) میں 1958ء اور 1973ء کے بعض واقعات کا جو تذکرہ ہے اس سے مذکورہ بالا خیال کی توثیق ہوتی ہے، مثلاً 6 اکتوبر 1958ء کی ایک انتہائی خفیہ ”Top Secret“ دستاویز کی رو سے جسے بعد میں عام کردیا گیا تھا، لندن میں مقیم پاکستانی ہائی کمشنر کا کہنا تھا کہ ”آج شام صدر صاحب نے مجھے بتانے کا کہا ہے کہ وہ فوج کی مدد سے کل (جمعرات) ساڑھے دس بجے رات مارشل لاء کا اعلان کریں گے اور اس سے قبل بدھ کو صبح سات بجے قوم سے خطاب بھی فرمائیں گے۔“

برطانوی ہائی کمشنر H.A.Twist کے 26 فروری 1969ء کے ایک مراسلہ میں ایوب خان کی صاحبزادی، نسیم اورنگ کی ان کے ساتھ دو ملاقاتوں کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے ”مجھے نسیم صاحبہ کے اس سوال پر قدرے حیرت ہوئی کہ میں خاص طور پر آپ سے یہ معلوم کرنے آئی ہوں کہ صدر صاحب کیا کریں۔“ دوسری دفعہ جب وہ ملنے کے لئے آئیں تو ان کا سوال زیادہ واضح تھا یعنی ”کیا صدر کو سیاستدانوں کے آگے فوراً ہتھیار ڈال دینے چاہئیں؟“ مگر میرے لئے یہ کہے بغیر چارہ نہ تھا کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

برطانیہ کی طرح امریکی بہت کچھ جانتے اور کہتے تھے۔ مثلاً 10 ماہ بعد دسمبر 1971ء میں ہونے والے سقوط ڈھاکہ کے بعد آئندہ امریکی حکمت عملی کیا ہوگی، اس کو فروری 1971ء میں ہی طے کرلیا گیا تھا۔

ہمارے سیاسی رہنما کہتے کچھ ہیں، کرتے کچھ اور ہیں۔ اس کی ایک مثال 1970ء کی انتخابی مہم تھی جس میں پیپلز پارٹی والوں نے امریکی اور یورپی سامراجیت کے خلاف زبردست نعرے بازی کی تھی۔ مگر ساتھ ساتھ انہیں یقین دہانی بھی کرواتے رہے کہ یہ محض ایک الیکشن سٹنٹ ہے، حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں چنانچہ امریکی سفیر فارلینڈ Farland نے ایک ملاقات کے بارے میں واشنگٹن کو ایک خط لکھا تھا جو بھٹو صاحب نے پشاور میں ان سے کی تھی اور جس میں وہ اپنے ساتھ مصطفیٰ کھر اور حیات شیر پاؤ کو بھی لائے تھے جو انتخابی مہم کے دوران امریکہ کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ خط میں بتایا گیا تھا کہ وہ (بھٹو) یہ کہتے ہوئے خوش دکھائی دے رہے تھے کہ شیر پاؤ نے امریکی مخالفت کو حقیقت کا روپ دینے میں کمال کردیا لیکن ساتھ ہی کہا کہ انہیں یہاں میٹنگ میں لانے کا مقصد یہ یقین دلانا تھا کہ اسے اب قصہ ماضی سمجھیں، نہ صرف یہ بلکہ آئندہ وہ دونوں ہمیشہ اپنی اپنی جگہ امریکی مفادات کو ملحوظ رکھیں گے۔ (ڈان)

اسلام میں اہل اقتدار کی خصوصیات

محمد سمیع

زہے مقدر، کہ قوم ایک بار پھر انتخابات کے مرحلے سے گزرنے والی ہے۔ ایک طرف حکومت کا دعویٰ ہے کہ یہ انتخابات انتہائی شفاف ہوں گے تو دوسری طرف اپوزیشن کی جماعتیں ہیں جو عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہی ہیں کہ انتخابات میں زبردست دھاندلی کے انتظامات ہو چکے ہیں۔ ہاں سیاسی جماعتوں کا ایک تیسرا گروہ بھی ہے جو قوم کو انتخابات کے بائیکاٹ کرنے پر آمادہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ شفاف انتخابات کی بات ہوتی ہے تو دل دہلنے لگتا ہے۔ 1970ء کے عام انتخابات کو شفاف قرار دیا گیا تھا جس کے نتیجے میں دنیا کی سب سے بڑی مسلم مملکت شکست وریخت کا شکار ہوگئی۔ دوسری طرف دھاندلی کو دیکھیں تو 1977ء کے عام انتخابات یاد آتے ہیں جس کے نتیجے میں ملک ایک بار پھر مارشل لاء کی زد میں آیا تھا۔ ہمارا عجیب حال ہے کہ ہمیں نہ تو شفافیت راس آتی ہے اور نہ دھاندلی۔ قومی قائدین کے بیانات پڑھیں تو ایسا لگتا ہے کہ ارض وطن جنت نشاں بننے والی ہے لیکن ان کے کرتوتوں پر نظر ڈالیں تو معاملہ کچھ اور ہی نظر آتا ہے۔ مثلاً مسلم لیگ (ن) کے اشتہار میں گزشتہ آٹھ برسوں کے بڑھتے ہوئے گراف کو دکھایا گیا ہے۔ آٹھ سال قبل آٹے کی قیمت 7 روپے کلو تھی اور اب 25 روپے کلو۔ مسلم لیگ (ق) کا اشتہار یہ بتا رہا ہے کہ آٹے کی گرانی کے نتیجے میں کس قدر اسٹوروں کو لوٹا گیا تھا وغیرہ وغیرہ۔ گویا کہ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب آٹا 7 روپے کلو تھا تو عوام میں کس قدر اشتعال تھا لیکن اب جبکہ آٹا 25 روپے کلو ہے تو قوم میں کتنی قوت برداشت پیدا ہو چکی ہے۔ بے شک اس کا کریڈٹ مسلم لیگ (ق) کو جانا چاہیے کہ گزشتہ آٹھ برسوں میں مصائب و آلام کا مقابلہ کرتے کرتے قوم کا یہ حال ہوگیا ہے۔ بقول حضرت غالب ؎

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

جب حالات اس نہج پر جا رہے ہوں تو ضروری ہے کہ قوم کو بتایا جائے کہ قرآن و سنت میں اہل اقتدار کی جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں وہ کیا ہیں۔

سورۃ الحج کی آیت 41 میں ارشاد ربانی ہے:

"یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں (اور دوسروں کو بھی) نیک کاموں کو کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں۔"

(ترجمہ: تفسیر عثمانی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں: "یہ آیات ہجرت مدینہ کے فوراً بعد اس وقت نازل ہوئیں جبکہ مسلمانوں کو کسی بھی زمین میں حکومت واقتدار حاصل نہیں تھا مگر حق تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ خبر دے دی کہ جب ان کو اقتدار و حکومت ملے گی تو یہ دین کی مذکورہ اہم خدمات انجام دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جب تمہارے حاکم بدکردار لوگ ہوں، تمہارے مالدار افراد بخیل ہوں اور تمہارے معاملات بیگمات کے حوالے ہوں تو پھر زمین کی گود زمین کی پشت سے بدرجہا بہتر ہے

ان کو تمکنت و قدرت یعنی حکومت و سلطنت عطا فرمائی اور قرآن کی پیشگوئی کے مطابق ان کے اعمال و کردار اور کارناموں نے دنیا کو دکھلا دیا کہ انہوں نے اپنے اقتدار کو اس کام میں استعمال کیا کہ نمازیں قائم کیں، زکوٰۃ کا نظام مضبوط کیا، اچھے کاموں کو رواج دیا اور برے کاموں کا راستہ بند کیا۔"

اسی لئے علماء نے فرمایا کہ یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ خلفاء راشدین سب کے سب اسی بشارت کے مصداق ہیں اور جو نظام خلافت ان کے زمانے میں قائم ہوا وہ حق صحیح اور عین اللہ تعالیٰ کے ارادے اور رضا اور پیشگی خبر کے مطابق ہے (روح المعانی) یہ تو اس آیت کے شان نزول کا واقعاتی پہلو ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ الفاظ قرآن جب عام ہوں تو وہ کسی خاص واقعہ میں منحصر نہیں ہوتے، ان کا حکم عام ہوتا ہے۔ اسی لئے ائمہ تفسیر میں ضحاکؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں ان لوگوں کے لئے ہدایت بھی ہے جن کو اللہ تعالیٰ ملک و سلطنت عطا فرما دیں کہ وہ اپنے اقتدار میں وہ کام انجام دیں جو خلفائے راشدین نے اپنے وقت میں انجام دیئے تھے۔ (قرطبی مع توضیح)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی اللہ کے مددگار اور اس کی تائید کے مستحق لوگوں کی صفات یہ ہیں کہ اگر دنیا میں انہیں حکومت و فرمانروائی بخشی جائے تو ان کا ذاتی کردار فسق و فجور اور تکبر و غرور کے بجائے اقامت صلوٰۃ ہو۔ ان کی دولت عیاشیوں اور نفس پرستیوں کے بجائے ایتاء زکوٰۃ میں صرف ہو، ان کی حکومت نیکی کو دبانے کے بجائے اسے فروغ دینے کی خدمت انجام دے اور اس کی طاقت بدیوں کو پھیلانے کے بجائے ان کے دبانے میں استعمال ہو۔ اس ایک فقرے میں اسلامی حکومت کے نصب العین اور اس کے کارکنوں اور کارفرماؤں کی خصوصیات کا جوہر نکال کر رکھ دیا ہے۔"

اب آیئے اس حوالے سے چند احادیث پر نظر ڈالتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جیسے تم ہوگے ویسے ہی تم پر امیر (حکمراں) مسلط ہوں گے۔" (مشکوٰۃ شریف، باب الامارہ)

"جب تمہارے امراء (حکمراں) (اخلاق و کردار کے لحاظ سے) اچھے لوگ ہوں، تمہارے (معاشرے کے) خوشحال افراد فیاض ہوں اور تمہارے (اجتماعی) معاملات باہمی مشورے سے طے پاتے ہوں تو یقیناً تمہارے لئے یعنی مسلمانوں کے لئے زمین کی پشت (زندگی) اس کی گود (موت) سے بہتر ہے اور جب تمہارے حاکم بدکردار لوگ ہوں، تمہارے مالدار افراد بخیل ہوں اور تمہارے معاملات بیگمات کے حوالے ہوں تو پھر زمین کی گود زمین کی پشت سے بدرجہا بہتر ہے (یعنی ایسی مسلم قوم خود اپنے لئے بھی ذلت و رسوائی کی موجب ہے اور اسلام کے لئے بھی ننگ و عار کی باعث)۔" (ترمذی، مشکوٰۃ باب تغیر الناس)

"جو شخص میری امت کے معاملات کا ذمہ دار ہو اور پھر وہ لوگوں کو پریشانیوں اور مشقتوں میں مبتلا کر دے تو اے خدا تو بھی اس کی زندگی تنگ کر دے اور جو شخص میری امت کے معاملات کا والی بنے اور پھر لوگوں سے محبت و شفقت سے پیش آئے تو اے خدا تو بھی اس پر رحم فرما۔" (مشکوٰۃ)

ان گزارشات کی روشنی میں واضح ہو جاتا ہے کہ ہماری ذلت و رسوائی کا علاج نظام خلافت ہے لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ نظام خلافت خود نہیں آئے گا بلکہ اس کے لئے ہمیں اپنا کردار ادا کرنا پڑے گا۔

احیائے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے اوّلین داعی

نواسۂ رسول حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما

حافظ محبوب احمد خان

تاریخ درحقیقت کسی قوم کی اجتماعی یادداشت ہوتی ہے جس سے اُس قوم کے افراد کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہماری روایات کیا ہیں...... ہم اگر کوئی بامقصد گروہ یا جماعت تھے تو ہمارا وہ مقصد کیا تھا اور اس کے اعتبار سے ہم اِس وقت کہاں کھڑے ہیں...... اور ہماری اجتماعی جدوجہد کا رُخ کیا ہونا چاہیے؟ یہ تمام اُمور درحقیقت اپنی تاریخ کے صحیح فہم ہی سے اس قوم کو میسر آ سکتے ہیں۔ اور اگر کوئی قوم اپنی تاریخ سے غافل ہو جائے یا اس کا کوئی مسخ شدہ تصور اس کے سامنے رہے تو اس کے معانی یہ ہیں کہ وہ قوم اپنے اجتماعی نصب العین سے غافل ہے اور کوئی بھی قوم کسی اجتماعی نصب العین کے بغیر اپنا وجود باوقار اور باعزت طور پر برقرار نہیں رکھ سکتی' چاہے برائے نام زندہ رہنے کو وہ بے شک رہے' اس طرح کہ نہ اس کا کوئی وقار ہو اور نہ کوئی عزت' نہ دنیا میں اس کی کوئی حیثیت ہو' نہ اقوامِ عالم میں اسے کسی معاملے میں کوئی اہمیت حاصل ہو' جیسے کہ اِس وقت ہم جی رہے ہیں۔ باعزت و باوقار قوم وہی ہوگی جس کے سامنے کوئی اجتماعی نصب العین ہو۔

اُمت مسلمہ کی تاریخ کا آغاز جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اس اُمت کی تاریخ کو نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور آپ کے مقصد بعثت کے تناظر میں ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر یہ مقصد ہمیں واضح ہو جائے تو اس کی روشنی میں جہاں خلافت راشدہ کی فضیلت اور مقام و مرتبہ سمجھ میں آ سکتا ہے' وہاں نواسۂ رسول حضرت حسینؓ کی قربانی اور جدوجہد کا فلسفہ بھی نکھر کر سامنے آ جائے گا۔

نبی اکرمؐ کا مقصد بعثت دین حق کا غلبہ تھا۔ قرآن کریم میں آپ کی شان تین مرتبہ ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

"وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔" (التوبۃ' الصف' الفتح)

نبی اکرم ﷺ کی 23 سالہ جاں گسل جدوجہد اسی دین حق کے قیام کے لیے تھی۔ مکی دور میں دعوت و تبلیغ کا مرحلہ ہو یا مدنی زندگی میں پے در پے جہاد بالسیف' جس میں کم و بیش آپ کو 74 غزوات و سرایا میں شریک ہونا پڑا۔ یہ سب کچھ اسی مقصد کے لیے تھا۔ آپ کی زندگی ہی میں خطہ عرب میں "دین حق" پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہو چکا تھا۔ زندگی کے انفرادی اور اجتماعی تمام گوشے خواہ ان کا تعلق معاشرت سے ہوں یا معیشت سے' سیاست سے ہو عبادت سے انسانیت کو جگمگا رہے تھے۔ آپؐ کی رحلت کے بعد

"خلافت راشدہ نہ اسلامی مملکت کی وسعت کا نام ہے' نہ کثرتِ فتوحات کا' نہ کامیابیوں کے تسلسل کا' اگر معیار یہی ہے تو پھر ولید بن عبدالملک اور ہارون الرشید کو سب سے بڑا خلیفۂ راشد ماننا پڑے گا' خلافت راشدہ نام ہے نبی کے مزاج اور طرزِ زندگی میں نیابتِ کاملہ کا۔"

خلافت راشدہ کی شکل میں یہ نظام دنیا کے سامنے آیا۔ یہ نظام کن خوبیوں کا حامل تھا' اس کی وضاحت خلفائے راشدین کے اندازِ حکمرانی سے ہوتی ہے۔ جسے خلافت راشدہ کہا جاتا ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ میں:

"خلافت راشدہ نہ اسلامی مملکت کی وسعت کا نام ہے' نہ کثرتِ فتوحات کا' نہ کامیابیوں کے تسلسل کا' اگر معیار یہی ہے تو پھر ولید بن عبدالملک اور ہارون الرشید کو سب سے بڑا خلیفۂ راشد ماننا پڑے گا' خلافت راشدہ نام ہے نبی کے مزاج اور طرزِ زندگی میں نیابتِ کاملہ کا۔ نبوت کا امتیازی مزاج کیا ہے؟ ایمان بالغیب کی قوت' اطاعت الٰہی کا جذبہ صادق و کامل' غیب پر شہود' احکام پر مصالح و فوائد کو قربان کرنا' دنیا پر آخرت اور غنا پر فقر و زہد کو ترجیح دینا' اسباب دنیا سے کم سے کم متمتع ہونا اور دوسروں کو زیادہ سے زیادہ متمتع کرنے کی کوشش کرنا' یہ وہ اجمال ہے جس کی تفصیل پوری سیرت محمدیؐ ہے اور جس کے مظاہر بدر و خندق کے معرکے' تبوک کا سفر' حدیبیہ کی صلح' مکہ کی فتح اور 23 برس کی وہ زاہدانہ زندگی ہے جس کا اول شعب ابی طالب کی اسیری اور جس کا اخیر زندگی کی وہ آخری شب ہے' جس میں گھر میں چراغ بھی نہ تھا اور زرہِ نبوی تیس صاع جو کے عوض میں ایک یہودی کے ہاں رہن تھی۔ اس معیار سے ان خلفائے راشدین کی زندگی اور دور خلافت' خلافت راشدہ کا مکمل نمونہ تھا' جس میں نبیؐ کے مزاج اور طرزِ زندگی کی پوری نمائندگی تھی"۔ (المرتضیٰ)

اس دور کا سب سے اہم اور مرکزی نکتہ "اطاعت رسولؐ" تھا۔ یہی ایک مرکزی نکتہ ہے جس کی بنا پر خلفائے راشدین کے اس دور کو "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" قرار دیا گیا ہے یعنی نبی اکرم کے طریقے اور اصولوں پر قائم ہونے والی حکومت یا خلافت۔ اس نظام کے دیگر نمایاں پہلوؤں میں شورائیت' عدل و انصاف' آزادی اظہار و مساوات' عوام کی کردار کی اخلاقی برائیوں سے حفاظت' جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے نظام اسلام کی توسیع' ظالموں کو سرنگوں کر کے کمزوروں کو عزت و سربلندی عطا کرنا' خلیفہ کا محض ایک عام مسلمان کے مقام و مرتبہ کی مراعات حاصل کرنا' عوام کو اپنے مواخذہ کا حق دینا' ان کو خطرات میں نہ ڈالنا اور ان کی معاشی حالت کو بہتر بنانا' سرحدوں کی حفاظت' دینی عقائد کی حفاظت' تعاون علی البر کی فضا پیدا کرنا' ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کی جان و مال کی حفاظت' حقوق العباد پر زور دینا' امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی' قانون کی حکمرانی' حرمت مسلم' فکر آخرت اور دنیاوی حرص و لالچ سے عوام کو محفوظ رکھنا جیسے امور شامل تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان چاروں خلفاء نے حتی المقدور اُمت مسلمہ کو منہاجِ نبوت پر قائم رکھنے کی کوشش کی۔

چوتھے خلیفہ راشد سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد اُمت مسلمہ ایک نئے دور یعنی "انسانی بادشاہت" میں داخل ہوئی' جس میں اطاعت کا مرکز قرآن و سنت نہیں بلکہ بادشاہ کی ذات تھی۔ نتیجتاً بادشاہی دور میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں رفتہ رفتہ انہوں نے مسلم معاشرے میں نفوذ کرنا شروع کر دیا۔ بیت المال کو ذاتی جاگیر سمجھ لیا گیا' امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ادارے محض مخالفین کی اصلاح کے لیے مختص ہو گئے۔ آزادی و مساوات کا خاتمہ

ہونے سے طبقاتی تقسیم پوری طرح شہود پر آگئیں۔ امراء طبقے کے رہن سہن اور آسائشات نے عوام میں بے چینی پیدا کر دی جس سے اُن میں دولت کمانے کے غلط ذرائع کی جانب رجحان پیدا ہوا۔ شورائیت کی جگہ آمریت نے لے لی دینِ اسلام کی اشاعت کو پس منظر میں رکھ کر ملکی فتوحات کی جانب توجہ کی جانے لگی' عدل و انصاف کے بجائے اقربا پروری اور منظور نظر افراد کی پرورش ہونے لگی۔ اسلام بطور ''دین'' کے مقام سے تنزل اختیار کر کے ''مذہب'' کی شکل اختیار کر گیا' جس کا ریاست سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

اُمت مسلمہ کا مزاج یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت کی بالادستی کو بخوشی قبول کرتی اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیتی ہے جبکہ آمریت کو دل و جان سے قبول کرنا اس کے خمیر میں شامل نہیں۔ مسلمان کا خمیر ہی آزادی و عدل و انصاف سے اٹھا ہے' یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ظلم و جبر میں معاون بنے۔ جب حضرت امیر معاویہؓ کی جانب سے یزید کی ولی عہدی کا اعلان ہوا تو یہ مسلمانوں کی حریت فکر نے پسند نہیں کیا اور اس کے خلاف آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں۔ ان میں سب سے نمایاں آواز حضرت حسین ابن علیؓ کی تھی اور

سیدنا حسینؓ کی جدوجہد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے لیے تھی، کیونکہ آپؓ کی عبقری آنکھ دیکھ رہی تھی کہ اُمت مسلمہ قرآن وسنت اور اسلامی نظام کو چھوڑ کر جس کشتی میں سوار ہو رہی ہے بالآخر وہ ڈوب جائے گی

بلاشبہ اس آواز کو بلند ہونے کا حق بھی حاصل تھا کہ یہ آواز کسی معمولی فرد کی نہیں بلکہ نواسہ رسولؐ اور حضرت علیؓ کے نورِ نظر کی تھی۔ جس نے فاطمۃ الزہرا کی گود میں پرورش پائی اور جس کو گرتے وقت سنبھالنے والے ہاتھ نبی اکرم ﷺ کے تھے۔ اس میں کوئی حیرانی نہیں ہوتی کہ حضرت حسینؓ نے کیوں آمریت کے خلاف آواز بلند کی؟ تاریخ کا المیہ تو یہ ہوتا کہ اُمت مسلمہ آمریت کے شکنجے میں کس دی جاتی اور حسین ابن علیؓ زندہ ہوتے۔ بلاشبہ حسین ابن علیؓ کی اسی حریت نے چودہ سو سالوں میں مسلمانوں میں آزادی کی روح پھونکی ہوئی ہے۔ کربلا کی داستان محض کربلا میں ختم نہیں ہوتی بلکہ آپ کے کچھ ہی عرصے بعد نواسۂ صدیق اکبر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آپ کی راہ کے اوّلین مسافر بنتے ہیں۔ آمریتوں کے خلاف شہادتوں کا یہ سفر چودہ سو سالوں سے جاری و ساری ہے اور اس میں شہادتِ حسینؓ کے اثرات روز افزوں پھیل رہے ہیں۔

بعض سطح بین یہ کہتے ہیں کہ یہ اقتدار کے لیے جنگ تھی مگر دورِ خلافت راشدہ اور امیر معاویہؓ کا دور اُن کی اس بات کی نفی کرتا ہے جبکہ حضرت حسینؓ کے لیے بے انتہا مواقع تھے کہ وہ دنیاوی سربلندی کے لیے اگر اشارہ بھی فرماتے تو یقیناً دنیا ان کے قدموں میں بخوشی چلی آتی۔ مگر آپ نے اس سارے دور میں دنیا سے بے اعتنائی برتی' اور آپؓ عبادت و ریاضت میں مشغول رہے' کثرت عبادت و سجود کے باعث آپ امام الساجدین بھی کہلاتے تھے۔ اس لیے یزید کی ولی عہدی سے جس انسانی بادشاہی کا مسلمانوں میں آغاز ہوا اسے بدلنے کے لیے انہوں نے یزید کی حکومت کو چیلنج کر دیا۔ وہ سلطنت قائم کرنے کے بجائے مروجہ نظامِ حکومت کو بدلنا چاہتے تھے۔ یہ جدوجہد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے لیے تھی جس کی کڑیاں بنوامیہ کی بادشاہت نے توڑ دی تھیں۔ اللہ کی دھرتی پر اللہ کے نظام کی جنگ تھی۔ سیدنا حسینؓ کی عبقری آنکھ دیکھ رہی تھی کہ اُمت مسلمہ قرآن وسنت اور اسلامی نظام کو چھوڑ کر جس کشتی میں سوار ہو رہی ہے بالآخر وہ ڈوب جائے گی۔ ایسی صورت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کو زبان و بیان سے بڑھ کر عملاً ادا کیا جائے۔ ان تبدیلیوں کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر ہمیں آپ کے ایک خطبے سے معلوم ہوتا ہے جو آپ نے مقام بیضاء پر دیا تھا' جسے ابن اثیر نے نقل کیا ہے:

''اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے ظالم' محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے' اللہ کے عہد کو توڑنے والے' رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنے والے اور اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی سے حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور اس نے اپنے فعل یا قول کے ذریعے سے غیرت کا اظہار نہ کیا تو اللہ کو حق ہے کہ اسے اس بادشاہ کے ساتھ دوزخ میں داخل کرے۔ لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اور رحمان کی اطاعت ترک کر دی ہے۔ انہوں نے ملک میں فتنہ و فساد پھیلا دیا ہے اور حدودِ الٰہی کو معطل کر دیا ہے۔ مالِ غنیمت میں یہ لوگ اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو معطل قرار دیتے ہیں اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام۔ اس لیے مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔ میرے پاس تمہارے خطوط آئے اور قاصد پہنچے کہ تم نے بیعت کر لی ہے اور تم مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے۔ اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہِ راست پر پہنچ گے۔ میں حسین ابن علی اور ابن فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہوں۔ میری شخصیت تم لوگوں کے لیے نمونہ ہے۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو گے اور اپنا عہد اور میری بیعت توڑو گے تو واللہ یہ بھی تمہاری ذات سے بعید اور تعجب انگیز فعل نہ ہوگا۔ تم اس سے پہلے میرے باپ' میرے بھائی اور میرے ابن عم مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ شخص فریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکے میں آ گیا۔ تم نے اپنے فعل سے بہت بری مثال قائم کی۔ جو شخص عہد توڑتا ہے وہ اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرتا ہے۔ عنقریب مجھے اللہ تمہاری امداد سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام''۔

افسوس ہے کہ جس عظیم مقصد کے لیے آپؓ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا اور آل و اولاد کو قربان کر دیا بجائے اس کے کہ تمام مسالک کے مسلمان باہم مل کر آمریت کے خلاف جنگ آزما ہوں' ہم نے حضرت حسینؓ کے نصب العین کو نظر انداز کر دیا۔ بقول مولانا عبدالستار نیازی کہ حسینیت ایک مشن ہے' تا قیامِ قیامت یہ مشن جاری رہے گا اور ہر دور کے یزیدوں اور ابن زیادوں سے اس مشن کے علمبردار ٹکراتے رہیں گے۔ کاش شیعہ' سنی اس نکتے کو سمجھ لیں اور واقعات ماضی پر حادثہ کربلا کے انطباق کے بجائے اُسوۂ شبیری کو اپنے لیے مینارِ نور بنا کر نعرۂ حق و صداقت بلند کرتے ہوئے مجاہدانہ کردار پیش کریں۔

تاریخ اسلامی کا المیہ یہ ہے کہ کتنی ہی مرتبہ حسینیت کو اقتدار کے لیے بطور حربہ استعمال کیا گیا' جس کے نتیجے میں سلطنت بنوعباسیہ' دولت عبیدیہ' دولت فاطمیہ جیسی بڑی آمریت و ظلم پر مبنی سلطنتیں قائم ہوئیں' جنہوں نے حسینیت کے مشن کی دھجیاں بکھیر دیں۔ آج تک مختلف ادوار میں حسینیت کی مظلومیت کا چرچا کر کے ایوانِ اقتدار میں زلزلے پیدا کیے جاتے رہے ہیں اور نہ جانے کب تک یہ روش اختیار کی جاتی رہے گی۔ حسینیت کے علمبرداروں کو حادثہ کربلا کی اصل حقیقت لوگوں کے سامنے واضح کرنی چاہیے۔ ملوکیت' لادینیت اور غیر اسلامی نظام ہائے سیاست کو بدلنے کے لیے اُسوۂ شبیری کی اتباع کریں۔ اور خاص طور پر امتناعِ فرعونیت (شرک اور ظلم کی ممانعت)' امتناعِ قارونیت (ظلم اور استحصال کی ممانعت) اور امتناعِ یزیدیت (تلبیسِ دین کی ممانعت) کے سہ گانہ اصولوں کو سامنے رکھ کر تمام اہل اسلام' خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کے لیے جدوجہد کریں تو حادثہ کربلا اسی جدوجہد کے لیے قوتِ محرکہ ثابت ہوگا۔OO

اسامہ کی تلاش

امریکی جریدے نیوز ویک کی ایک رپورٹ، جو القاعدہ اور اسامہ بن لادن کے تعلق سے مغربی نقطہ نظر پیش کرتی ہے

انتخاب و ترجمہ: سید افتخار احمد

2004/05 کے موسم سرما میں جبکہ اُسامہ بن لادن اور اس کے مصاحبین ایک پہاڑی کھوہ میں جو پاکستانی بارڈر کے قریب ہے، چھپے ہوئے تھے۔ امریکی اس مقام کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ اچانک ایک سنتری نے جو اس مقام سے کچھ دور تھا، دیکھا کہ امریکی فوجی بالکل اس مقام کی طرف جا رہے ہیں۔ اس نے فوراً ریڈیو پر القاعدہ کے لیڈر سے رابطہ کیا اور اُن کے محافظوں سے کہا کہ فوراً ''شیخ'' کو اس جگہ سے نکالا جائے۔ ایک سینئر مصری القاعدہ لیڈر سعید نے بعد میں بتایا کہ ''بن لادن نے یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ کبھی زندہ گرفتار نہیں ہوگا۔ اگر اس کے پکڑے جانے کا خطرہ 99 فیصد ہو تو اسے فوراً شہید کر دیا جائے، اور ایسا کرنے والا خود بھی خودکشی کرلے۔'' سعید نے یہ بات طالبان کے لیڈر عمر فاروق کو بتائی جس نے افغانستان میں نیوز ویک کے رپورٹر کو بتایا۔ مگر کوڈورڈ نہیں بتایا۔ جیسے ہی سنتری نے شیخ کو ہوشیار رہنے کا اشارہ دیا امریکی فوجیوں نے اپنا رُخ تبدیل کرلیا۔ بن لادن کے آدمیوں نے اندازہ لگایا کہ ان کو اتفاقاً غار کا دھوکہ لگ گیا ہے۔ اس طرح 6 سال گزر گئے۔

نیوز ویک نے امریکن افسر سے جب اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: ''ایسے انٹیلی جنس ایکشن ایک جوا ہوتے ہیں۔ جب سے بن لادن دسمبر 2001ء میں تورا بورا سے غائب ہوا، امریکہ کو اس کے ٹھکانے کا 50 فیصد ہی پتہ لگ سکا۔ شروع 2002ء سے ہی اُسامہ بن لادن کی تلاش ٹھیک نہیں ہو سکی۔'' بروس ریڈل نے جو حال ہی میں CIA سے ریٹائر ہوا ہے، بتایا۔ ''اب ہم صرف اندھیرے میں تیر چلا رہے ہیں۔'' یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وقت کی سپر پاور اپنے تمام تر جاسوسی سیٹلائٹ، گن شپ ہیلی کاپٹروں اور کمانڈوز کے ساتھ ایک بھاری انعام پر بھی درمیانی عمر کے بیمار انسان کو تلاش کرنے میں ناکام رہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ زمانہ جنگ میں کسی انسان کی تلاش بہت مشکل ہوتی ہے، بالخصوص جب وہ ہمدرد آبادی میں ہو۔ اندازہ کریں FBI کو ایک روڈلف اولمپک بمبر کو تلاش کرنے میں 5 سال لگ گئے تھے، جبکہ وہ غیر ہمدردانہ آبادی شمالی کیرولینا میں تھا۔ کہتے ہیں کہ امریکی حکومت نے اپنے کام کو مشکل بنا لیا ہے۔ عراقی جنگ نے امریکی محکمہ تلاش کے تمام فنڈز خرچ کر دیئے ہیں۔

نیوز ویک کو درجنوں امریکیوں، پاکستانیوں، افغان فوجی اور انٹیلی جنس افسروں نے بتایا کہ اُسامہ بن لادن اور اس سے بھی زیادہ خطرناک اس کے اسسٹنٹ ایمن الظواہری کی تلاش ایک مایوس کن، ذہنی کوفت دینے اور مواقع کھو دینے والی، کر دو تو مردود، نہ کرو تو مردود، کھلی فاش غلطیوں کی کہانی ہے۔ بش کے دہشت گردی پر قابو پانے

> جیسے ہی سنتری نے شیخ کو ہوشیار رہنے کا اشارہ دیا، امریکی فوجیوں نے اپنا رُخ تبدیل کرلیا۔ بن لادن کے آدمیوں نے اندازہ لگایا کہ ان کو اتفاقاً غار کا دھوکہ لگ گیا ہے

کے ایڈوائزر کا کہنا ہے کہ ''بن لادن کو گرفتار کرنے کی مہم بہت بڑی اور اہم ترجیح ہے۔''

فرانس کا خیال ہے کہ 9/11 سے پہلے بھی القاعدہ لیڈرز کسی محفوظ جنت میں نہیں تھے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ القاعدہ اب پاکستان افغانستان کے ملحقہ پہاڑوں میں دوبارہ منظم ہو رہے ہیں تاکہ مزید 9/11 جیسے حادثات رونما کریں۔ امریکی انٹیلی جنس کے جان ریڈ نے جو قومی اینٹی دہشت گردی کا چیف ہے، بتایا کہ ''ہمارے پاس شواہد ہیں کہ بہت جلد القاعدہ مغرب پر حملے کرے گا۔'' اور اسی محکمہ کے ڈپٹی ہینک کرمپٹن نے کہا کہ ''یہ کام بہت بڑا ہے، لیکن یہ ہو کر رہے گا۔''

9/11 سے پہلے بن لادن کی گرفتاری پر مقرر افسر سستی سے کام لے رہے تھے۔ مگر 9/11 کے بعد جب بش نے بن لادن کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کے حوالے سے سختی کی تو CIA کے چیف کافر بلیک نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ وہ بن لادن کا سر ایک صندوق میں لائیں۔ دراصل CIA کے افسروں نے افغان سرداروں کو کئی ملین ڈالر دیئے تھے کہ وہ القاعدہ لیڈروں کی گرفتاری میں مدد دیں۔ آرمی نیوی، ائرفورس کے سپیشل آپریشنز میں رمزفیلڈ کو یقین تھا کہ وہ تورا بورا کے قریب القاعدہ لیڈروں کو گرفتار کرلیں گے۔ میجر جنرل ڈیل ڈیلی نے کہا کہ میں اس سلسلہ میں بہترین کام کر رہا تھا، مگر افغان لیڈروں کی ناراضگی کے پیشِ نظر میں پورا عمل نہ کر سکا، اور اب یہ کہانی ختم ہے۔ جنرل ٹامی فرینک نے کہا کہ دوبارہ فوج کو حرکت میں آنے کے لئے کئی ہفتے درکار ہوں گے۔ موسم اور پہاڑی علاقوں میں بن لادن کے لئے خطرہ مول لینا مناسب نہیں۔ کرمپٹن CIA باس وائٹ ہاؤس گیا اور ایک میز پر پاک افغان بارڈر کا نقشہ پھیلا کر بش کے سامنے گویا ہوا کہ ''پاکستانی فوج دوسری طرف سے اس علاقہ میں کام کر سکتی ہے۔'' مگر ڈک چینی اس پر خاموش رہا۔ اس طرح یہ میٹنگ بے نتیجہ رہی۔ فرینک نے جو اس وقت خاموش تھا، بعد میں بتایا کہ اگر ہم فوج کو پہاڑوں میں بھیج دیتے تو یہ عین روس والی غلطی ہوتی جس کی فوج 1980ء میں ان پہاڑوں میں مجاہدین کے ہاتھوں تباہ ہوئی۔

بن لادن کو گرفتار کرنے میں قبائلی سردار بہت مفید ہو سکتے ہیں۔ دو سرداروں حاجی ظاہر اور حاجی زماں نے نیوز ویک کو بتایا کہ CIA نے تیسرے سردار حضرت علی پر بھروسہ کیا، مگر اسے القاعدہ نے 6 ملین ڈالر ادا کر دیئے تاکہ وہ بن لادن کو غائب ہونے دے۔ لیکن ان کی اس بات پر تبصرہ کے لئے نیوز ویک کو حضرت علی نہ مل سکا۔ کرمپٹن نے نیوز ویک کو بتایا کہ اسے یقین ہے اسی طرح ہوا ہے۔ کچھ سرداروں نے دونوں اطراف سے رقم اکٹھی کی کہ نہ جانے کون جیتے؟ بن لادن پاکستان کی شمال مغربی سرحدوں کی پہاڑی چوٹیوں میں کہیں روپوش ہوگیا۔ وہ اکثر پہاڑوں پر گھڑ سواری کیا کرتا، اور اپنے گھر تورا بورا میں تیراکی بھی کیا کرتا تھا۔ اگرچہ وہ امیر سعودی تھا مگر اس نے کافی عرصہ سے ماڈرن سہولتوں کی بجائے زمین دوز غاروں میں زندہ رہنے کا سلیقہ سیکھ لیا تھا۔ مقامی قبائلی لوگ بن لادن کو 25 ملین ڈالر کے انعام کے بدلے میں بھی

نہیں دے سکتے، کیونکہ وہ ''مہمانوں کی حفاظت'' کے قانون کا پورا پورا احترام کرتے ہیں جوان کی صدیوں پرانی روایت ہے۔ وہ اسے ''پشتون ولی'' کا نام دیتے ہیں۔ اسی کے تحت القاعدہ محفوظ ہے۔ پاکستانی وفاقی حکومت اس رسم کو توڑنے کے قابل نہیں ہے۔ فاٹا کے جنگلات صدیوں سے کسی کے ماتحت نہیں آئے۔ سلطنت برطانیہ اس میں ناکام رہی اور حکومت پاکستان نے ان سے بالکل تعرض نہیں کیا۔ ان کی اپنی مقامی انتظامیہ پر ہی انحصار رکھا۔ 1980ء کے عشرے میں روسی جنگ میں یہ علاقہ مجاہدین کا گھر تھا۔ بن لادن کے بنائے ہوئے سینکڑوں مدرسے، بنیاد پرستوں کے سکول، جنہوں نے نوجوانوں کو تبدیل کر دیا تھا، ان کے ساتھ پاکستانی انٹیلی جنس نے مل کر مجاہدین کی مدد کی، جنہوں نے روسیوں کو شکست دی۔

اس ممنوعہ علاقہ میں بن لادن کا پیچھا کرنے کی امریکی کوشش پہلے قدم پر ہی لنگڑی اور بے ڈول ثابت ہوئی۔ امریکی فوجی میدانی علاقوں میں لڑنا چاہتے ہیں مگر پہاڑی علاقوں میں لڑنے سے، جہاں ان کی حرکت اور فائرنگ دونوں متاثر ہوں، کتراتے ہیں۔ عراقی محاذ جرنیلوں کو خوش کرنے کا اچھا نشانہ تھا۔ عراق فتح کر کے امریکی فوج اپنے تئیں مسلمانوں اور دنیا کو نہ بھولنے والا سبق سکھا سکتے تھے۔ ہنگرچ نے 2001 نومبر میں نیوز ویک کو بتایا کہ ہمیں ایسا کام کرنا چاہیے جس کا کچھ فائدہ ہو۔ غاروں پر بمباری کرنے کا کیا فائدہ؟ وہ ہیلی کاپٹرز جو بن لادن کی تلاش میں مفید ہو سکتے تھے، انہیں عراق کی طرف بھیجنے کا پروگرام بنا لیا گیا۔ کمانڈو یونٹ بھی افغانستان سے نکال کر عراق کے لئے تیار کرنے لگے۔ پانچواں سپیشل گروپ جو عربی بول سکتے تھے، بھی عراق کے لئے تیار ہونے لگے۔ زیادہ معلومات اور قبائلی تعلقات رکھنے والے CIA افسر بھی وہاں سے نکال لئے گئے۔ ان کی جگہ بے مہارت ضدی افسر لگا دیئے گئے۔

ایک موقع پر ایک سی آئی اے افسر نے رائس کو بتایا کہ ایک ہیلی کاپٹر نے ملا عمر کو تلاش کر لیا ہے۔ دوسرے دن وہ ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا۔ بجائے وہاں آپریشن کرنے کے امریکیوں کو وہاں سے نکلنے کی جلدی تھی۔

رائس زیادہ تر روشن پہلو دیکھنے کا عادی نہ تھا۔ اس نے کسی بھی مشن کی محفوظ جگہ سے باہر نکل کر تفصیل حاصل کرنے کی عادت بنالی تھی۔ ہیڈ کوارٹر سے منظوری کو کئی گھنٹے لگ جاتے تھے۔ اس دوران اگر لڑائی کی نوبت آ جاتی تو وہ منظوری کا ہی انتظار کرتا تھا۔ لڑنے کے لئے تھری سٹار جنرل کی منظوری کی ضرورت ہوتی، جس میں کئی دن لگ جاتے تھے۔ رائس نے نیوز ویک کو بتایا کہ ہم 130 درجہ گرمی میں عموماً کموڈ پر بیٹھ کر پیغام ٹائپ کرتے۔ اور جنرل جو قندھار یا بگرام میں ہوتے تھے واپس پیغام بھیجتے کہ تمہارے الفاظ کے ہجے غلط ہیں، یا خط صحیح فارمیٹ میں ٹائپ نہیں کیا گیا۔ اسی طرح دن گزرتے گئے۔ ملا عمر یا کوئی اور اس دوران معلوم نہیں کہاں غائب ہو جاتے۔ رائس نے بتایا کہ اس طرح تو ترقی کرنے کے مواقع کم ہو جاتے ہیں۔ ہائی ٹیک مواصلات نے کام تیز کرنے کی بجائے روک دیا ہے۔ حالانکہ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے مصنوعی سیاروں کا نظام، واشنگٹن یا مختلف ہیڈ کوارٹرز میں بیٹھے ہوئے بڑے کمانڈرز ایسے معمولی فیصلوں کی پہلے ہی سے پیش بندی کئے ہوتے ہیں۔ (جاری ہے)

ایک موقع پر ایک سی آئی اے افسر نے رائس کو بتایا کہ ایک ہیلی کاپٹر نے ملا عمر کو تلاش کر لیا ہے۔ دوسرے دن وہ ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا۔ بجائے وہاں آپریشن کرنے کے امریکیوں کو وہاں سے نکلنے کی جلدی تھی

سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت کی صحیح تصویر

اور

شہید مظلومؓ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور آپ کی مظلومانہ شہادت کے بیان پر جامع تالیف

- یہودنے عہد صدیقیؓ میں جس سازش کا بیج بویا تھا آتش پرستانِ فارس کے جوشِ انتقام نے اسے تناور درخت بنادیا تھا۔
- وہ آج بھی قاتل خلیفۂ ثانیؓ ابولولو فیروز مجوسی کی قبر کو متبرک سمجھتے ہیں۔
- علی مرتضیٰؓ کی طرح حضرت حسینؓ بھی قاتلینِ عثمانؓ کی سازش کا شکار ہوئے۔
- سید الشہداء کون ہیں اور شہیدِ مظلوم کون؟ تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لئے

بانیٔ تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کی دو جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں

کا مطالعہ کیجئے

دونوں کتابوں کے سیٹ کی مجموعی قیمت اشاعت خاص: 50 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 5869501-3 email:maktaba@tanzeem.org

اسلام کی معاشرتی اقدار کو فروغ دیجیے

تجمل حسن میر

موجودہ زمانہ ایسے فتنوں اور گمراہیوں کا زمانہ ہے جن کا دائرہ عالمگیر ہے اور ان سے مسلمان ہی نہیں ہر مذہب کے لوگ متاثر ہو رہے ہیں۔ خاص طور پر مغرب سے آنے والی گمراہیاں اپنے ساتھ سائنس کی ایسی ایجادات لائی ہیں جو نفسانی خواہشات کو تسکین دینے والی ہیں اور لوگوں کو مدہوش کر دیتی ہیں۔ اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو نظر آتا ہے کہ یہ معاشرہ اخلاقی پستی کی گہرائیوں میں دھنستا جا رہا ہے۔ روزانہ اخبارات میں ظلم اور زیادتی کے ایسے واقعات چھپتے ہیں جنہیں پڑھ کر انسانیت شرما جاتی ہے۔ کوئی کرب اور اذیت ایسی نہیں ہے، کوئی جرم اور گناہ ایسا نہیں ہے جس کی مثال اس معاشرے میں نہ ملے۔ کیا یہ ملک اِسی لئے حاصل کیا گیا کہ یہاں امیروں کے لئے اعلیٰ تعلیم کی سہولت ہو اور غریبوں کے بچے ساری زندگی محنت مزدوری کرتے رہیں؟ حکمرانوں کی سیکیورٹی کے لئے اربوں روپے خرچ کئے جائیں اور عام لوگوں کی جان، مال اور عزت کو سرِعام پامال کیا جائے؟ قوم کو عالمی مالیاتی اداروں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کا غلام بنا دیا جائے؟ انصاف کے حصول کے لئے ایک مظلوم اور بے بس انسان ساری زندگی در بدر دھکے کھاتا رہے؟ تحریک پاکستان میں ہزاروں ماؤں اور بہنوں نے اپنی عزت اور جان کی قربانی اور ہزاروں مردوں نے اپنی جان کا نذرانہ کیا اس لئے پیش کیا کہ اس ملک میں معصوم بچوں کو اغوا کر کے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا جائے، اور پھر قتل کر دیا جائے؟

معاشرے کا یہ انحطاط اور زبوں حالی اس وعدہ خلافی کا نتیجہ ہے جو مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے کیا تھا کہ یا اللہ ہمیں ایک خطۂ زمین عطا فرما جس میں ہم تیرے پسندیدہ دین اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو نافذ کر سکیں۔ جب پاکستان بن گیا تو نفاذ اسلام کی تحریک اپنوں کی غلطیوں اور دشمنوں کی سازش کی نظر ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج پاکستانی قوم اخلاقی دیوالیہ پن کا شکار ہو کر دنیا پرستی میں غرق ہے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فرقہ پرستی کے تعصب میں مبتلا ہو چکی ہے۔

حکومتی سرپرستی میں روشن خیالی کے نام پر میڈیا کے ذریعے شرم وحیا، پردے اور دیگر اسلامی معاشرتی قدروں کا جنازہ نکالا جا رہا ہے جبکہ فحاشی وعریانی کو عام کیا جا رہا ہے کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جو لوگ احساس فرض کے تحت ان منکرات کے خلاف آواز اٹھائیں انہیں انتہا پسند اور رجعت پسند قرار دے دیا جاتا ہے۔ ہمارے حکمران عالمی مالیاتی اداروں اور مغربی آقاؤں کی خواہشات کے مطابق ملکی قوانین میں تبدیلیاں کرتے ہیں جس کی نمایاں مثال تحفظ حقوق نسواں بل تھا جسے تمام علماء نے خلاف اسلام قرار دیا لیکن ان حکمرانوں کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ

> میڈیا کے ذریعے دنیوی تعیشات اور آسائشوں کی اتنی ترغیب اور لالچ دی جاتی ہے کہ نوجوان نسل دنیوی زندگی کی کامیابی اور ترقی ہی کو مقصد زندگی سمجھنے لگتی ہے

اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے سفید جھوٹ بولتے رہے کہ یہ بل قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ معاشرتی نظام ایک ایسے طاغوتی نظام کا حصہ ہے جس کا مقصد عوام کو پاکستان کی حقیقی منزل یعنی نظام خلافت سے غافل رکھنا ہے۔ میڈیا کے ذریعے دنیوی تعیشات اور آسائشوں کی اتنی ترغیب اور لالچ دی جاتی ہے کہ نوجوان نسل دنیوی زندگی کی کامیابی اور ترقی ہی کو مقصد زندگی سمجھنے لگتی ہے۔

تمام انسانوں کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے جس نے مردوں اور عورتوں کے حقوق اور فرائض کے احکامات قرآن مجید میں محفوظ کر دیئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ان احکامات کے مطابق ایک مثالی اسلامی معاشرہ قائم کر کے دکھا دیا۔ آج کے دور میں بھی قرآن و سنت کے اُنہی بنیادی اصولوں اور احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ﴾ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے حالات بدلنے کے لئے کوشش نہ کرے۔ موجودہ معاشرتی نظام سے ہمارا اعلان براءت ہے۔ وہ معاشرتی نظام جس میں انسانوں سے زیادہ مال و دولت کو اہمیت دی جاتی ہے اور چند روپوں کی خاطر لوگ ایک دوسرے کو قتل کر دیتے ہیں۔ جس میں عورتوں کو شمع محفل بننے کی ترغیب دی جاتی ہے اور عورت پر معاش کی دوہری ذمہ داری تھوپی جاتی ہے جس سے خاندانی نظام تباہ ہوتا ہے۔ جہاں پولیس حکومتی شخصیات اور بااثر لوگوں کی حفاظت کرتی ہے اور مظلوموں پر ڈنڈے اور ٹھڈے برساتی ہے۔ جس میں میڈیا کے ذریعے غیر اسلامی تصورات کو فروغ دیا جاتا ہے اور لوگوں کے دل و دماغ میں دنیا کی محبت اور چمک کو پختہ کیا جاتا ہے۔ پاکستان قائم ہوئے دو نسلیں بیت گئیں لیکن آج تک ہم ہندوانہ معاشرتی رسومات سے چھٹکارا حاصل نہیں کر پائے۔

اسلامی قوانین اور شرعی سزاؤں کے نافذ نہ ہونے سے معاشرے میں قتل اور ڈکیتی، دھوکا اور ملاوٹ، بدامنی اور کرپشن، ظلم اور زیادتی کے بے شمار واقعات روزانہ ہوتے ہیں۔ اگر ہم ظلم اور زیادتی کے ان واقعات پر صرف اظہار افسوس ہی کرتے رہیں اور ذاتی کاروبار اور ملازمتوں میں مگن رہیں کیونکہ ان میں ہمارا کوئی رشتہ دار نہیں تھا اور ظلم اور استحصال کا یہ نظام جوں کا توں جاری رہے تو خدانخواستہ کل ہمارے ساتھ یا ہمارے کسی رشتہ دار کے ساتھ بھی یہ ظلم ہو سکتا ہے۔ کیا ہم پھر بھی کف افسوس ہی ملتے رہیں گے۔

خدا کے لئے اپنے ذاتی مفادات کی سوچ سے اوپر اٹھیے اور اس ظالمانہ نظام کو بدلنے کے لئے میدانِ عمل میں آ جائیے، اور تنظیم اسلامی کے دست وبازو بن کر غلبۂ اسلام کی انقلابی جدوجہد میں شامل ہو جائیے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو خلافت کا گہوارہ بنائے۔ آمین!

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

احیائے اسلام اور ترک خواتین

سید قاسم محمود

سلطنتِ عثمانیہ میں تنظیمات کا دور جہاں سیاسی و معاشی اور معاشرتی وتجارتی میدانوں میں بنیادی اصلاحات کا پیش خیمہ ثابت ہُوا، اور اس کے جلو میں دستور وسیاست کی متعدد تبدیلیاں ظہور میں آئیں، وہیں ترک خواتین کی مذہبی وسماجی اور سیاسی ومعاشرتی زندگی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ عثمانی خلافت کی بنیاد اسلامی اصولوں پر رکھی گئی تھی اور متعدد کمزوریوں اور ذاتی زندگی کی خرابیوں کے باوجود عثمانی سلاطین بہ حیثیت مجموعی اسلام ہی کے ترجمان اور نمائندے سمجھے جاتے تھے۔ اسی لیے عائلی نظام کی بنیادیں قرآنی اصولوں پر بڑی حد تک اُستوار تھیں اور خواتین کا دائرہ عمل بنیادی طور پر ان کا اپنا گھر تھا اور وہ شمعِ خانہ بن کر تعلیم وتربیت کے اہم ادارے "خاندان" کی تب وتاب میں اضافہ کرتی تھیں، مگر مغربی افکار ونظریات نے ترکی میں آزادیٔ نسواں کی تحریکات کو فروغ دیا اور رفتہ رفتہ ترکی خواتین بھی حقوق ومطالبات کی راہ پر گامزن ہوگئیں۔

سلطان عبدالعزیز (1830-1876ء)

اُنیسویں صدی کے اواخر میں سلطان عبدالعزیز کے عہدِ حکومت میں جو اصلاحات ہوئیں، اُن میں خواتین کے بارے میں بعض اقدامات کیے گئے۔ سلطان عبدالعزیز 32 ویں عثمانی سلطان تھے۔ وہ 9 فروری 1830ء کو پیدا ہوئے۔ اُس کے عہد کی یادگار وہ شورشیں اور بغاوتیں ہیں جو بلقان کے صوبوں مونٹی نیگرو، سربیا، بوسنیا، ہرزیگوینا، بلغاریہ اور کریٹ میں برپا ہوئیں اور جن کی وجہ سے بڑی طاقتوں نے مداخلت کی۔ 1870ء سے استنبول میں فرانس اور انگلستان کی جگہ رُوس کا اثر بڑھ گیا، لیکن اِن تمام بے چینیوں کے باوجود تنظیمات کی حکمت عملی ترک نہیں کی گئی۔ صوبائی نظم ونسق 1867ء میں فرانسیسی قانون کے مطابق ڈھالا گیا۔ ادارۂ اوقاف میں بھی اصلاح کی کوشش کی گئی۔ فرانس کے مشورے پر دو مجلسیں قائم کی گئیں۔ ایک امورِ سلطنت سے متعلق مجلسِ شوریٰ، جس کے ارکان میں مسلمان اور عیسائی دونوں شامل تھے اور دوسری مجلس عدالتی اُمور سے متعلق۔ تعلیم کا انتظام بھی فرانسیسی طرز پر ہُوا۔ تمام فوج خصوصاً بحریہ کو دوبارہ منظم کیا گیا۔ غیر ملکیوں کو منقولہ جائیداد حاصل کرنے کی اجازت دے دی گئی، مگر مالی اصلاحات کی کوششیں بار آور نہ ہوسکیں اور یہی وجہ ہے کہ آئندہ اصلاحات کا سلسلہ تقریباً رُک گیا۔ چنانچہ اِس صورتِ حال کے خلاف عوام میں بے چینی اور ناراضگی پھیل گئی۔ 30 مارچ 1876ء کو سلطان کو معزول کر دیا گیا اور چند روز بعد اس نے خودکشی کر لی۔

سلطان عبدالعزیز نے 1863ء میں خواتین کی تعلیم سے متعلق بعض اہم اقدامات کیے، اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ خواتین کی تعلیم وترقی کے لیے ترکی میں یہ پہلی سرکاری کوشش تھی۔ سلطان نے خواتین اساتذہ کی تربیت کے لیے ایک کالج قائم کرنے کا شاہی فرمان جاری کیا۔ ابتدا میں طالبات کے نصاب میں حفظ وتجوید قرآن اور چند دینی کتب کا مطالعہ شامل تھا، مگر رفتہ رفتہ دوسرے معاصر علوم بھی اُن کے نصاب میں داخل کیے گئے۔ مثال کے طور پر اعلیٰ تعلیم کے لیے مجلسِ تعلیم نے اپنے ایک رُکن کمال آفندی کو، جو سکولوں کے انسپکٹر جنرل تھے، یورپ روانہ کیا، تاکہ فرانس، جرمنی اور انگلستان کی جامعات کے نظام کا مطالعہ کریں۔ کمال آفندی کئی ماہ پیرس میں مقیم رہے۔ حکومتِ فرانس نے تمام ضروری معلومات فراہم کیں۔ وہاں سے واپس آکر انہوں نے مغربی نظام ونصابِ تعلیم کی روشنی میں متعدد اقدامات کیے۔ مختلف علوم وفنون کے کالج اور سکول قائم کیے گئے، جن میں فرانسیسی زبان کی تعلیم لازمی قرار دی گئی۔ طبعیات، کیمیا اور ارضیات وغیرہ کی تعلیم بھی دی گئی اور اُن کی عملی مشق بھی کرائی گئی۔ تمام بڑے کالجوں کے ساتھ ہوسٹل بھی تعمیر کیے گئے، جن میں اعلیٰ درجے کا نظم وضبط نافذ کیا گیا۔

> جنگِ عظیم کے زمانے میں ترک خواتین کی معاشرتی زندگی میں زبردست تغیر واقع ہوا۔ باپردہ اور بے پردہ خواتین نے عوامی زندگی میں قدم رکھا۔ اسلحہ ساز فیکٹریوں، فوڈ انڈسٹری اور کارخانوں میں خواتین کے ملازمت کرنے کی وجہ سے خاندانی نظام تباہ ہوکر رہ گیا

سلطان عبدالحمید خان (1842-1918ء)

سلطان عبدالعزیز کے بعد دوسرے سلطان جنہوں نے ترکوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی، سلطان عبدالحمید خان تھے۔ انہوں نے تعلیم نسواں پر زور دیا، تاکہ خواتین ازدواجی زندگی میں بہترین رفیق اور معاون ثابت ہوسکیں۔ عام طور پر سلطان عبدالحمید خان کو اصلاحات وترقیات کا دشمن، رجعت پسند اور مطلق العنان حکمران خیال کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سلطان کی پابندیٔ شریعت اور مذہبی فطرت تھی۔ وہ غیر اسلامی افکار اور اُن کے ماننے والوں کے سخت خلاف تھے۔ اُن پر مطلق العنانی اور استبداد کا الزام اس لیے عائد کیا جاتا ہے کہ انہوں نے وزیر اعظم کے بابِ عالی کے مقابلے میں قصرِ شاہی اور دربارِ سلطانی کو زیادہ اہمیت دی تھی، تاکہ امورِ مملکت پر مکمل شخصی تسلط قائم ہوجائے۔ سلطان کو ترقی کا دشمن قرار دینا اس لیے غلط ہے کہ سلطان کی تخت نشینی کے وقت مدارس رشدیہ کی تعداد 96 تھی، لیکن مولانا شبلی نعمانی کے بقول 1892ء میں بڑھ کر 405 ہوگئی تھی۔ ہر قسم کے نئے مدارس، جو سلطان کی طویل حکومت میں قائم ہوئے، اُن کی تعداد دو ہزار ہے۔ اس کے ساتھ سکولوں اور کالجوں میں طلبہ کی تعداد اِس کثرت سے بڑھی کہ پچھلے برسوں کے مقابلے میں تعلیمی ترقی کی رپورٹ بدرجہا بہتر ہے۔ مکتب الحقوق، قسطنطنیہ میں طلبہ کی تعداد مولانا شبلی نے بارہ سو بتائی ہے۔ اُنہوں نے قاہرہ کے اخبار "المویّد" کے حوالے سے لکھا ہے کہ سلطان نے جب عنانِ حکومت سنبھالی تو مصارفِ تعلیم تین لاکھ پونڈ سالانہ تھے۔ سلطان نے اسے بڑھا کر آٹھ لاکھ پونڈ سالانہ کر دیے (حوالہ "سفرنامہ روم ومصر" از مولانا شبلی)

سلطان عبدالحمید خان کے زمانے میں ترک خواتین پردے کی سخت پابند ہوتی تھیں۔ کوئی خاتون نقاب کے بغیر اپنے مکان کے نیچے والی سڑک پر بھی نہیں جاسکتی تھی۔ کوئی عورت، اگر کسی وجہ سے گھر سے باہر ہوتی تو غروب آفتاب کے ساتھ ہی اپنے مکان میں واپس چلی جاتی تھی۔ سلطان خود خواتین کے پردے کا سخت حامی تھا۔ وہ ہر سال نقاب

کے زیادہ موٹے ہونے اور برقعے کے زیادہ کھلے اور ڈھیلے ہونے کے بارے میں شاہی فرمان جاری کرتا تھا۔ کوئی ترک سڑک پر اپنی بیوی یا بہن سے بھی بات نہیں کر سکتا تھا۔ ایسا کرنا خلافِ قانون تھا اور ایسے معاملات میں پولیس فوراً مداخلت کرتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے سرکاری اور پرائیویٹ مدارس کی تعداد بھی کافی زیادہ تھی اور پردہ وحفاظت کا ایسا معقول انتظام ہوتا تھا کہ شرفاء کو اپنی لڑکیوں کو مدرسوں میں بھیجنے میں کچھ تامل نہ ہوتا تھا۔ علمی مضامین کے ساتھ فرانسیسی زبان بھی داخلِ نصاب تھی اور بعض زنانہ مدرسوں میں موسیقی کی تعلیم بھی ہوتی تھی۔ معلمات کی تعلیم کے لیے بھی مدارس قائم کیے گئے تھے۔ اِن مدارس کی وجہ سے خواتین میں تعلیم اتنی عام ہوگئی تھی کہ بمشکل کوئی عورت ایسی مل سکتی تھی جس نے مناسب درجے تک تعلیم حاصل نہ کی ہو۔ 1892ء میں عورتوں کو چلنے پھرنے کی آزادی حاصل ہوگئی تھی۔ ہر درجے اور رُتبے کی عورتیں بازار میں نکلتی تھیں۔ سیر گاہوں میں تفریح کے لیے جاتی تھیں۔ دعوت کے جلسوں اور علمی مجلسوں میں شریک ہوتی تھیں۔ اِن آزادیوں کے باوجود معاشرہ مکمل طور پر غیر مخلوط تھا۔ گھروں میں وہ یورپی لباس پہنتی تھیں، مگر جب انہیں باہر نکلنا ہوتا تھا تو ڈھیلا ڈھالا ریشمی گون پہن لیتی تھیں جو گردن سے لے کر ٹخنوں کے نیچے تک ہوتا تھا، اور اوپر سے نیچے تک بٹن لگے ہوتے تھے۔ سوائے چہرے کے تمام جسم ڈھک جاتا تھا۔ سلطان عبدالحمید خان کے دور میں آزادیٔ نسواں کی تحریکیں شروع ہو چکی تھیں، مگر اُس کے مذہبی مزاج اور شرعی طبیعت کی وجہ سے انہیں اپنی حد سے تجاوز کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ سلطان نے ایک شاہی فرمان کے ذریعے گھروں اور سکولوں میں عیسائی اتالیقہ رکھنے پر پابندی عائد کر دی تھی، تاکہ عیسائیت کے اثرات سے نئی نسل محفوظ رہے۔

تنظیمات کے دوسرے دور میں 1908ء میں جب سلطان عبدالحمید خان کو معزول کر دیا گیا تھا، مغربی نسوانی تحریکات اور ملحدانہ انجمنوں کو کام کرنے کی پوری آزادی مل گئی۔ اسی سال شہر سلونیکا میں خواتین کی پہلی سوسائٹی ”سرخ و سفید کلب“ کی تشکیل ہوئی۔ دوسری تحریکوں اور انجمنوں نے بھی خواتین کی تعلیم کے منصوبے اور پروگرام بنائے۔ خالدہ ادیب خانم کی سربراہی میں ”انجمن بہبودِ خواتین“ نے مختلف عائلی وسماجی مسائل میں دلچسپی لی اور مغربی فکر کی بھرپور ترجمانی کی۔ ”انجمن عثمانی برائے خواتین“ کی سیکریٹری قادریہ احسان نے 1910ء میں پہلی بار اپنی تصویر شائع کرنے کی اجازت دے دی۔ اعلیٰ طبقے کی خواتین نے پہلے تو نقاب کے لیے ہلکی اور باریک جالیاں استعمال کیں، پھر رفتہ رفتہ انہوں نے نقاب کا استعمال ترک کر دیا۔ پہلی مرتبہ 1912ء میں کچھ خواتین نے بے نقاب ہو کر امریکی سفارت خانے کے ایک استقبالیہ میں شرکت کی۔ سب سے زیادہ ترقی پسند اور ”روشن خیال“ عثمانی انجمن برائے تحفظِ خواتین ثابت ہوئی۔ یہ انجمن خود کو عورتوں کے حقوق کی نگران بھی خیال کرتی تھی۔ 1913ء میں اِس انجمن کی صدر محترمہ نُوری علوی میدان میں ”دنیائے خواتین“ کے نام سے ایک رسالہ نکالنا شروع کیا جس کے پہلے شمارے میں (نومبر 1913ء) عورتوں کی تصویریں پہلی مرتبہ شائع ہوئیں۔ جنگِ بلقان کے زمانے میں انجمن ہلالِ احمر (ریڈ کراس سوسائٹی) سے وابستہ خواتین نے ترکی نرسوں کی تربیت کا آغاز کیا۔ نومبر 1913ء ہی میں نوجوانانِ ترک نے خواتین کے لیے محاضرات کا اہتمام کیا جس میں رُوسی النسل خواتین کا کردار سب سے نمایاں تھا۔

جنگِ عظیم کے زمانے (1914-1918ء) میں ترک خواتین کی معاشرتی زندگی میں زبردست تغیر واقع ہوا۔ باپردہ اور بے پردہ خواتین نے عوامی زندگی میں قدم رکھا۔ اسلحہ ساز فیکٹریوں اور فوڈ انڈسٹری میں خواتین ملازمت کرنے لگیں۔ وزارتِ تجارت نے خواتین مزدور فورس کی تشکیل کے لیے قانون وضع کیا۔ صرف اروفہ کی فیکٹری میں ایک ہزار خواتین ملازم تھیں۔ ازمیر، سیواس، انقرہ اور قونیہ میں چار ہزار سات سو اسی خواتین کو کمبل بنائی کے کام پر رکھا گیا۔ ایڈن میں گیارہ ہزار اور کوتاہیہ، اسکیسر اور کاراہسار میں پندرہ سو پچاس خواتین کو ٹیکسٹائل کی صنعت میں ملازمت دی گئی۔ کارخانوں میں خواتین کے ملازمت کرنے کی وجہ سے خاندانی نظام تباہ ہو کر رہ گیا اور ترقی کی دوڑ میں مردوں کے دوش بدوش کھڑے ہونے کے شوق میں انہوں نے مختلف قسم کی الجھنوں اور پریشانیوں کو خود دعوت دے دی۔

خاندانی اور عائلی زندگی کو تباہی کی طرف لے جانے والے رجحانات کے باوجود بینکوں میں، ڈاک خانوں میں، مرکزی اور بلدیاتی محکموں میں، ہسپتالوں میں خواتین کی ملازمتوں کے لیے دروازے وا ہو گئے۔ 1915ء میں انور پاشا کی اہلیہ ایمن نقی نے مختلف صنعتوں میں خواتین کی زیادہ ملازمتوں کے لیے تحریک چلائی اور اس مقصد کے لیے ایک تنظیم قائم کی۔ ایک سرکاری حکم نامے کے ذریعے اس دور میں دفاتر میں کام کرتے وقت نقاب ہٹانے کی اجازت بھی دی گئی، مگر یہ حکم جنگ کی مخصوص صورتِ حال اور اشرافیہ کے ایک محدود طبقے تک ہی لاگو تھا۔ پھر عوام اور سرکاری اہل کاروں کا مزاج زیادہ تر مذہبی ہونے کی وجہ سے بھی اس صورت حال میں زیادتی کی اُمید نہ کی جا سکتی تھی۔ اس کے باوجود مغربی دانش وروں کی یہ شکایت رہی کہ اُس دور میں پولیس ایسی خواتین کو واپس اُن کے گھروں کو بھیج دیتی تھی جن کے کوٹ مطلوبہ پیمائش سے کم لمبے ہوتے تھے۔

سلطنتِ عثمانیہ کے آخری دور میں خواتین کی عسکری سرگرمی اور سرکاری اور نجی شعبوں میں اُن کی ملازمتوں نے جہاں شہری زندگی میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا کر دی تھی اور خواتین کے اندر خود کفالت کا احساس پیدا کر دیا تھا، وہیں متعدد خاندانی، عائلی، معاشرتی اور نفسیاتی مسائل ومشکلات بھی پیدا کر دیے تھے، اُن کی وجہ سے معاشرے سے اخلاقی اقدار کمزور پڑ گئے اور مذہب کی گرفت بھی کمزور ہو گئی۔

✿ضرورت رشتہ✿✿

☆ بیٹی عمر 25 سال، قد 5 فٹ 4 انچ، تعلیم ایم ایس سی فزکس، ایم فل، اعوان برادری سے تعلق، لاہور کے سرکاری کالج میں لیکچرار کے لئے ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0321-4159008

☆ ہمیں اپنی بیٹیوں، عمر 24 اور سال 22 سال، تعلیم بالترتیب ایم بی اے اور بی کام، مغل برادری سے تعلق صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لئے پڑھے لکھے برسرِ روزگار لڑکوں کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0300-7446250

☆ آرائیں فیملی کی بیٹی (مطلقہ) عمر 24 سال تعلیم ایف۔ اے کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0333-4217636

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے رفیق شیخ محمد صادق وفات پا گئے

☆ حلقہ پنجاب شمالی کے ملتزم رفیق محمد اکرم کی اہلیہ اور حلقہ سرحد جنوبی کے ملتزم رفیق ضمیر اختر کی والدہ بقضائے الٰہی وفات پا گئیں

رفقاء واحباب سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

ناظم بیت المال، حلقہ سندھ زیریں جناب نجم الحسن کا ہرنیا کا آپریشن ہوا ہے۔
رفقاء واحباب سے دعائے صحت کی اپیل ہے

پاکستان کش خطرناک سازش کا خاکہ

ہدایت کار کون؟

لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم

جب سویت یونین ٹوٹ گیا اور سرد جنگ کا اختتام ہوا تو اہل مغرب اور خصوصاً امریکہ کو دین اسلام کے پھیلنے اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کا بخار چڑھنا شروع ہو گیا۔ ان کے اس خوف میں امریکہ کے ہی ایک سابق صدر رچرڈ نکسن کے ان خیالات نے اور بھی اضافہ کیا۔

Few Americans are aware of the rich heritage of the Islamic world... when Europe langushed in the middle ages, the Islamic civilisation enjoyed its golden age. The muslim world made enormous contributions to science, medicine and Philosophy.. The muslim world is a wital historical identity" Authority' Seize the moment' by Richared Nixon.

مشرق وسطیٰ اور وسط ایشیائی مسلمان ریاستوں کے تیل اور گیس کے ذخیرے، جنوب مشرقی ایشیا کی مسلمان ریاستوں کی معاشی ترقی اور پاکستان جیسے ملک کا دنیا کی ایٹمی طاقت بن جانا مغرب کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکنا شروع ہو گیا تو ساتھ ہی مسلمانوں پر انتہا پسندی اور دہشت گردی کے الزامات لگنا بھی شروع ہو گئے امریکن اسلام کے متعلق سے وہ بات بھول گئے۔ جو رچرڈ نکسن نے کہی تھی۔

"Islam has no doctrine of terrorism and that only three centuries have passed since christians engaged in relegious wars in Europe" Seze the moment page 198

ترجمہ: ''اسلام میں دہشت گردی کا کوئی نظریہ نہیں اور اب سے تقریباً تین سو سال پہلے تک تو عیسائی یورپ میں مذہبی جنگیں لڑ رہے تھے''

نائن الیون کے واقعہ کے بعد جس میں مبینہ طور پر چند عرب باشندوں کے ملوث ہونے پر امریکہ کو مسلمانوں پر یلغار کا بہانہ مل گیا جس کا اس کو مدت سے انتظار تھا۔ بعد میں عراق اور افغانستان میں جس طرح انسانیت کا قتل ہوا اس سے دنیا کی تاریخ کا ایک سیاہ ترین باب رقم ہو گیا۔ عراق اور افغانستان کی تباہی اور ان کی آزادی خاک میں ملانے کے بعد اب میدان جنگ پاکستان کی سرزمین ہے۔ جہاں قتل و غارت کے بازار کو گرم رکھنے کے لئے شخصی حکومت یا آمریت کی طوالت ضروری سمجھا جا رہا ہے۔ بش کے دل میں صدر پاکستان کے لئے محبت کا چکمہ دے کر بش کے کارندوں نے پاکستان کو ''ماسی ویڑا'' بنایا ہوا ہے جس کا جب دل چاہتا ہے پاکستان آ جاتا ہے اور جس کو دل چاہتا ہے مل لیتا ہے۔ دسمبر 2001ء میں جب ہندوستان کی افواج پاکستان کی سرحدوں پر آ کر پاکستان حکومت کو دھمکانے لگیں تو امریکہ نے اس سے پورا فائدہ اٹھاتے

> عراق اور افغانستان کی تباہی اور ان کی آزادی خاک میں ملانے کے بعد اب میدان جنگ پاکستان کی سرزمین ہے۔ جہاں قتل و غارت کے بازار کو گرم رکھنے کے لئے شخصی حکومت یا آمریت کی طوالت ضروری سمجھا جا رہا ہے

ہوئے پاکستان کو بلیک میل کر کے اس کی ایٹمی تنصیبات کو اپنے کنٹرول میں لینے کا منصوبہ تیار کر لیا۔ جارج فریڈمین نے اپنی ایک مشہور کتاب America's secrit war کے صفحہ 227 پر لکھا ہے:

Pakistan faced a nuclear nightonore from a completly unexpucted source. The united States wanted control of Pakistan's nuclear capability and it wasn,t bluffing it wanted that control qui ckly

آگے چل کر جارج فریڈمین نے ایک حیران کن اور چونکا دینے والی بات لکھی جو خدا کرے غلط ہو۔ وہ لکھتا ہے:

However at a pont in March 2002 US forces (not in uniform) along with scientist from N EST deployed simultaneously to all of Pakistani Nuclear reactors they too rushed to take inventory of what was th ere and examined record of what ought to be th ere. The US had secured Pakistan's nuclear facilities all though it was only nominally obsarving them.

اسی کتاب میں صفحہ 223 پر جارج فریڈمین لکھتا ہے:

US began to thinks of ways to destroy facilities in these countries Iraq, Iran, Libya and above All Pakistan. Pakistan was the hey because it had the closest connections to Al -Qaida and least cooperative intelligence servise inpsite of the apporent cooperation of President Musharraf. Pakistan was seen most unstable, most pro Al-Qaeda with the great threat of nuclear proliferation making it the b iggest problem. It was not the only one, just the most immediate.

جارج فریڈمین دنیا کی ایک چوٹی کی سراغ رساں کمپنی کا بانی ہے۔ اس نے چار اور کتابیں بھی لکھی ہیں جن کو دنیا میں پذیرائی ملی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ٹائم، وال سٹریٹ جرنل اور نیویارک ٹائم میگزین میں بھی مضامین لکھتا ہے۔

قارئین امندرجہ بالا حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آج ہمارے ملک کے اندر جو غدر کا سماں اور نفسا نفسی کا عالم ہے اس کی ہدایت کار پس چلمن بیرونی طاقتیں ہی ہیں۔ کچھ میر جعفروں اور میر صادقوں کو چھوڑ کر جو اپنے ذاتی مفادات کی خاطر ہر آمر کی گود میں جا بیٹھتے ہیں، ہمارے لوگ غدار ہیں نہ منافق، سب پاکستان کے حامی ہیں اور قتل و غارت پر یقین نہیں رکھتے اور بے نظیر بھٹو جیسی پائے کی رہبر کا سفاکانہ قتل تو درکنار عام معصوم لوگوں کے قتل کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ ہمارے دشمن دراصل ہمارے ملک سے باہر ہیں اگر ہم ان کی چالوں کو سمجھ کر ملکی یکجہتی اور اندرونی یکسوئی کی طرف دھیان دیں تو ہم اس

بھنور سے نکل سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ہر محبِّ وطن پاکستانی سیاسی قائد اور اربابِ اختیار کو اپنے ذاتی مفادات کی قربانی دینا ہوگی۔ ملک کے اندر پھیلتا ہوا خونی بحران پاکستان کا سیاہ ترین باب رقم کر رہا ہے۔ قانون نظر آتا ہے نہ حکمرانی، کسی کی جان و مال محفوظ ہے نہ عزت، بجلی کا بحران، گیس کی نایابی، آٹے کی قلت، قیمتوں کی بے لگامی، سیاسی جماعتوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ذاتی دشمنی کی حد تک ٹکراؤ اور نفرت، اور اس کے اوپر خودکش حملے جن سے بے نظیر بھٹو جیسی شخصیات، حکومت کے محفوظ ترین ہاتھوں میں بھی دشمن کے وار سے محفوظ نہیں۔ کہاں ہے حکومت اور کدھر ہے حکمرانی۔ اگر یہ دونوں چیزیں موجود نہیں تو ایوان اقتدار میں بیٹھے ہوئے لوگ کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ دراصل ایک مخلص ترین اور محبِّ وطن Manager بھی اس وقت تک ملک تو کیا ایک ادارہ کو بھی نہیں چلا سکتا جب تک اس کے اندر قائدانہ صلاحیتیں موجود نہ ہوں کیونکہ کہا جاتا ہے Management is prose and leadership is poetry ایک لیڈر کا ہر وقت عوام کی نبض پر ہاتھ ہوتا ہے۔ وہ اقتدار میں ہو یا اقتدار سے باہر وہ لوگوں کے دلوں میں بستا ہے جو اس پر اپنی جان تک نثار کرنے کو ایک اعزاز سمجھتے ہیں۔ آج اس ملک میں رہبروں کا فقدان ہے۔ اس لئے ملک کا یہ حال ہے کہ۔

کشتیاں ٹوٹ چکی ہیں ساری
اب لئے پھرتا ہے دریا مجھ کو

آج ملک کے اندرونی خونی ڈرامے کے کردار تو (سیاستدان، فوجی، حکمران اور سول سوسائٹی) ہم سب ہیں اور نادانوں کی طرح نادانستہ طور پر بیرونی طاقتوں کے ہاتھوں میں استعمال ہو رہے ہیں لیکن اس پاکستان کش ڈرامے کا خاکہ بیرون ملک ہی میں تیار ہوا ہے اور بغیر کسی شک کے وہی ہدایت کار بھی ہیں۔ ان کی پاکستان پر حملہ آور ہونے کی گیدڑ بھبکیاں بھی ہم سن رہے ہیں۔ اندر آئے تو سبق سیکھیں گے۔ لیکن ہمیں گھر کو ٹھیک کرنا ہے، اس سلسلے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے، اس کے لئے فوری طور پر سیاسی جماعتوں کے قائدین ایک دوسرے کے گریبانوں پر رکھے ہوئے ہاتھ ڈھیلے کر دیں۔ صدر صاحب واقعی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے صدارت کے عہدے کے تقاضوں کے عین مطابق غیر جانبدار ہو کر ہر سیاسی جماعت کی طرف دستِ شفقت بڑھائیں۔ عبوری حکومت کے وزیر اعظم اور وزراء جو بہت قابلِ احترام لوگ ہیں، اپنی عزت، ملکی بقا اور آئین کی بالادستی کے لئے مکمل غیر جانبدار رہیں۔ اسی طرح گورنرز بھی وفاق کی نمائندگی کرتے ہوئے غیر جانبدار رہیں۔ ہمیں اپنی ابدی زندگی کی تیاری کرنی چاہیے۔ ان عہدوں پر بیٹھ کر کسی ایک سیاسی جماعت کی طرف داری ایک بہت بڑی غداری ہوگی جس کے لئے لوگوں کی آنکھوں میں تو دھول جھونکی جا سکتی لیکن خدا کی عدالت میں ایسا کرنا ناممکن ہوگا۔ عبوری حکومت میں موجود کچھ مخلص اور دیانتدار لوگ دبے لفظوں میں یہ کہتے ہیں کہ کیمپ آفس، ملکی سراغ رساں ایجنسیوں اور جانبدار ضلعی ناظمین کی تکون پر ان کا کوئی کنٹرول نہیں۔ خدا کرے کہ صدر صاحب کے ارشادات کے مطابق یہ تکون بھی مکمل غیر جانبدار رہے۔ بہرحال موجودہ ملکی حالات بغیر کسی شک کے ایک بہت بڑی بیرونی سازش کا نتیجہ ہیں جس کو ناکام بنانے کے لئے ہمیں ذاتی مفادات کی قربانی دینا ہوگی۔ لیکن افسوس کہ "رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی" (روزنامہ "جناح")

تنظیم اقوام متحدہ

سجاد مسعود قریشی

اقوامِ متحدہ، تنظیم کافرانہ
دعویٰ سلامتی کا، تکمیل مجرمانہ

طاقت کے دیوتا کچھ، تقدیرِ حق سے غافل
اغراض ہیں سیاسی، خواہش سکندرانہ

اسلام دشمنی کی بنیاد پر ہے قائم
بوجہل و بولہب کی یہ بزمِ جاہلانہ

سرمایہ دار کی ہیں کٹھ پتلیاں یہ ساری
نے فکر عاذلانہ، نے عمل ہے صالحانہ

ہر مرض بڑھ رہا ہے چارہ گری سے ان کی
چارہ گری میں بھی ہے انداز مفسدانہ

عصیاں پرست سارے طاغوت کے پجاری
طاغوت سے ہو کیسے امیدِ جاں فزانہ؟

اک زندہ معجزہ ہے قرآنِ حق نما کا
اسلام دشمنی میں سب ایک، سب یگانہ

آتا نہیں سمجھ میں کیونکر ہوا ہے مسلم
کافر ادا صنم کا مستانہ و دیوانہ

کون سل سلامتی کی طیبہ میں ہے ہماری
سرکارِ دوجہاں کا وہ عظیم آستانہ

سجادؔ کی دعا ہے یارب کرم یہ فرما
اپنے مقربوں کو دے ذوق رہبرانہ!

قومی اتحاد بڑھانے والا عراقی قانون

عراق کی پارلیمنٹ نے وہ قانون منظور کر لیا ہے جس کے ذریعے بعث پارٹی کے ارکان کو دوبارہ سرکاری ملازمتیں مل سکیں گی۔ یاد رہے، صدام حسین کے اقتدار کے ختم ہوتے ہی امریکیوں اور پھر صدام مخالف عراقیوں نے بعث پارٹی کے ہزاروں ارکان کو ملازمتوں سے برخواست کر دیا تھا۔ لیکن اس امر نے فرقہ ورانہ فسادات بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ نیز حکومت کئی تجربہ کار سرکاری افسروں، پروفیسروں، اساتذہ اور انجینئروں وغیرہ سے محروم ہو گئی۔ اب نئے قانون سے ملک میں قومی اتحاد بڑھانے میں مدد ملے گی۔ تاہم یہ قانون صرف نچلے درجے کے صدام حمایتی ملازمین کو فائدہ دے گا۔ بعث پارٹی کے اعلیٰ ارکان ریٹائرڈ کر دیے جائیں گے۔ اور اگر ان پر مقدمے چل رہے ہیں، تو وہ جاری رہیں گے۔ تاہم ان کے خاندان والے پنشن حاصل کر سکیں گے۔

حماس، الفتح اور فلسطین

ایک طرف امریکا، اسرائیل اور فلسطین اتھارٹی کے سربراہ محمود عباس آزاد فلسطینی ریاست قائم کرنے کے سلسلے میں مذاکرات کر رہے ہیں، تو دوسری طرف حماس نے غزہ کی پٹی پر اپنی حکومت بنا رکھی ہے۔ حماس نے اسرائیل سے مذاکرات کرنے کے سلسلے میں نہایت اٹل رویہ اپنا رکھا ہے، جبکہ الفتح ''کچھ لو اور کچھ دو'' کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔

یہ صورت حال عام فلسطینیوں کے نقطہ نظر سے بہت خطرناک ہے۔ وہ ایک نہیں، دو گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب اگر الفتح نے اسرائیل و امریکا سے معاہدہ کر لیا اور حماس نے اُسے تسلیم نہ کیا، تو فلسطین میں خانہ جنگی شروع ہو سکتی ہے۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ دونوں گروپ اختلافات دور کر کے ایک مقصد کے لیے جمع ہو جائیں۔

بنگلہ دیش میں ایمرجنسی حکومت ختم کرو

بنگلہ دیش میں ایمرجنسی حکومت کا ایک سال مکمل ہونے پر ملک کی بڑی سیاسی جماعتوں نے مطالبہ کیا ہے کہ فوج کی حمایت سے بننے والی یہ حکومت جلد از جلد ختم کرائی جائے۔ یاد رہے، بنگلہ دیش میں پچھلے سال کے اوائل میں پارلیمانی انتخابات ہونے تھے لیکن عوامی لیگ نے ان کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس پر فوج کی حمایت سے وہاں 12 جنوری 2007ء کو ایمرجنسی حکومت بنا دی گئی، جو وہ اب تک برسراقتدار ہے۔ اب بڑی بنگلہ دیشی سیاسی جماعتیں چاہتی ہیں کہ جلد از جلد انتخابات کرائے جائیں تاکہ منتخب حکومت ظہور پذیر ہو سکے۔

الیکشن کمیشن کا کہنا ہے کہ جون تک ووٹروں کی فہرستیں تیار ہو جائیں گی۔ لہٰذا حکومت کو جون کے آخر یا اوائل جولائی میں انتخابات کرانے کا اعلان کر دینا چاہیے۔

موجودہ بنگلہ دیشی حکومت کے سربراہ مرکزی بینک کے سابق گورنر فخر الدین احمد ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب اہم سیاسی اور الیکٹرول اصلاحات نافذ ہو جائیں گی، تو سال کے آخر میں انتخابات کرا دیے جائیں گے۔ تاہم مختلف اطراف سے حکومت پر تنقید ہو رہی ہے کہ وہ ملک کو صحیح طرح چلا نہیں پا رہی، حالانکہ اُسے فوج کی حمایت بھی حاصل ہے۔

مالدیپ کے صدر بچ گئے۔

9 جنوری کو جب مالدیپ کے صدر مامون عبدالقیوم جزیرہ ہوراُفوشی پہنچے، تو انہیں علم نہ تھا کہ ان پر حملہ ہونے والا ہے۔ حملہ آور ان کا استقبال کرنے کے لئے آنے والوں میں شامل تھا۔ اس نے قومی جھنڈے میں چاقو چھپا رکھا تھا۔ لیکن جب اس نے حملہ کرنا چاہا، تو حفاظتی دستہ کا ایک پندرہ سالہ نوجوان محمد ابراہیم اس کی رکاوٹ بن گیا۔ چاقو نے ابراہیم کا ہاتھ کاٹ ڈالا مگر اس نے حملہ آور کو نہیں چھوڑا۔ اس دوران پولیس نے اُسے پکڑ لیا۔ یوں نوجوان ابراہیم نے اپنے قومی رہنما کی جان بچالی۔ خیال ہے کہ بہادری کا شاندار مظاہرہ کرنے پر ابراہیم کو اعلیٰ ترین قومی اعزاز سے نوازا جائے گا۔

اسرائیل کی یہودی بستیاں

اسرائیل میں دو غیر سرکاری تنظیموں ''دی موومنٹ فار فریڈم آف انفارمیشن ان اسرائیل'' اور ''پیس ناؤ'' نے تل ابیب کورٹ میں یہ اپیل دائر کی تھی کہ اسرائیلی وزارت دفاع یہودی بستیوں کے سلسلے میں جو اعداد و شمار رکھتی ہے، وہ عوام کے سامنے لائے جائیں۔ تاہم پچھلے دنوں وزارت دفاع نے عدالت کو مطلع کیا ہے کہ یہ اعداد و شمار جاری نہیں کیے جا سکتے کیونکہ اس طرح عالمی سطح پر اسرائیلی حکومت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

ظاہر ہے، اس طرح سب کو معلوم ہو جائے گا کہ یہودی کس طرح آہستہ آہستہ بیت المقدس اور فلسطین کی سرزمین پر قبضہ کر رہے ہیں۔ درحقیقت اسی طرح یہودیوں نے عربوں کی زمینوں پر قبضہ کر کے ہی اسرائیل کی بنیاد رکھی ہے۔ ''پیس ناؤ'' تنظیم کا کہنا ہے کہ اسرائیل نے فلسطین میں 122 یہودی بستیاں تعمیر کر رکھی ہیں۔ اس کے علاوہ مغربی کنارے میں 100 چھوٹی یہودی بستیاں بھی ہیں۔ ان تمام بستیوں میں تقریباً دو لاکھ ستر ہزار یہودی آباد ہیں۔ اس کے علاوہ اسرائیلی حکومت نے مشرقی یروشلم میں بھی ایک لاکھ اسی ہزار یہودی بسا دیے ہیں۔ خیال ہے کہ یروشلم کا یہ حصہ آزاد فلسطینی کا دارالحکومت بنے گا۔

افغانستان میں مزید امریکی فوجی

امریکا کے وزیر دفاع رابرٹ گیٹس نے اعلان کیا ہے کہ اس سال ماہ اپریل تک مزید 3200 امریکی فوجی افغانستان پہنچ جائیں گے۔ دراصل امریکیوں کو خدشہ ہے کہ سردی کی شدت ختم ہوتے ہی طالبان بڑا حملہ شروع کر سکتے ہیں۔ اس لیے حفظ ماتقدم کے طور پر پہلے ہی امریکی فوجی پہنچا دیے جائیں گے۔ یاد رہے، افغانستان میں فی الوقت 27 ہزار امریکی فوجی موجود ہیں۔

ایرانی گیس کی آمد

بھارت، پاکستان اور ایران عرصہ دراز سے گیس پائپ لائن کی تعمیر کے سلسلے میں مذاکرات کر رہے ہیں۔ اب بھارت امریکی دباؤ پر اس منصوبے سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس لیے خیال ہے کہ اب پاکستان ہی ایران سے گیس خریدے گا۔ منصوبے کے تحت پاکستان کو 2.1 بلین کیوبک فٹ گیس جبکہ بھارت کو 3.2 بلین ک ف گیس ملنی تھی۔ اب بھارت کے پیچھے ہٹ جانے سے پاکستان نے ایرانیوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ انہیں روزانہ 3.2 بلین ک ف گیس فراہم کرنے کا منصوبہ بنائیں۔ پاکستانی حکومت کو اُمید ہے کہ ایرانی یہ مطالبہ تسلیم کر لیں گے۔

پاکستان فی ملین برٹش تھرمل یونٹ پر ایران کو 8 ڈالر ادا کرے گا۔ فی الوقت پاکستان میں فی ملین برٹش تھرمل یونٹ کی قیمت 2.6 ڈالر ہے۔ اس حساب سے تو ایرانی گیس بہت مہنگی ہے لیکن اگر اس کا مقابلہ درآمد شدہ فرنس آئل سے کیا جائے، تو تب وہ 40 فیصد سستی پڑتی ہے۔ اس لیے پاکستانی ایران سے گیس منگوانے کو ترجیح دے رہے ہیں۔

9/11 کے حملے ''سی آئی اے'' اور ''موساد'' نے کرائے

سابق اطالوی صدر فرانسسکو کوسیگا نے گزشتہ روز اٹلی کے ایک بڑے اخبار ''کوریر ڈیلا سیرا'' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ امریکی اور یورپین خفیہ اداروں کو اچھی طرح معلوم ہے گیارہ ستمبر کے حملوں کی منصوبہ بندی ''سی آئی اے'' اور اسرائیلی خفیہ ایجنسی ''موساد'' نے کی تھی۔ ان خوفناک حملوں کا مقصد مسلم دنیا کو مضبوط الزامات کے تحت لانا اور عراق اور افغانستان جنگ کے لئے دنیا کی حمایت حاصل کرنا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے فلائٹ سیکیورٹی اور راڈار پر تعینات عملے کی صفوں میں گھسے بغیر پایہ تکمیل تک نہیں پہنچائے جا سکتے تھے۔ اس سے پہلے بھی سابق صدر نے 2001ء میں نائن الیون حملوں پر اپنے شکوک و شبہات کا اظہار کیا تھا۔